ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

40

www.tanzeem.org

3تا9ذوالقعدہ1431ھ/12تا18اکتوبر2010ء

اس شمارے میں

"ایں جابیا!"

قرآن مجید سے تعلق کیونکر برقرار رکھا جائے(iii)

ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیت گئی

اب قرار دادِ مقاصد نشانے پر!

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسفؒ......

خلافت کے خلاف جنگ کے لیے ذہن سازی

مہلت بہت کم ہے!

پنج شیر (افغانستان) سے لاہور تک

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

نظامِ خلافت: مظلوم کا محافظ

مسلمان، عالمی پیغام کے علمبردار

دورِ جدید کے مسلمان اِس بات سے ناواقف ہیں کہ ان کے پاس ایک عالمی پیغام بھی ہے، اور ان کی زندگیاں دین کے قوانین کے مطابق بسر ہونی چاہئیں بلکہ شریعت میں شکوک وشبہات پیدا کیے جارہے ہیں اور کہیں کہیں تو ان کا بھاؤ تاؤ بھی ہورہا ہے۔

اسلام کے عالمی مزاج کی مخالفت ہو رہی ہے، تاکہ اس کی عالمی حیثیت ختم ہونے کے بعد اس کی مقامی حیثیت سے چھٹکارا پانا، اس کے خلاف چڑھائی کرنا آسان ہو جائے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کون ہیں؟ ہمارا دین کیا ہے؟ ہمارا مقصد ومنزل کیا ہے؟ ہماری کوششوں کی فطرت اور اس کی غایت کیا ہے؟ ہم اسلام کے وارث، اس کے اصولوں کے علمبردار اور ایک ایسی واحد تہذیب کے حامل ہیں جو دنیا وآخرت، روح اور جسم، عقل اور جذبات دونوں ہی کا اعتراف کرتی ہے۔ قرآن کہتا ہے، ہمارے نبی ﷺ کی سنت کہتی ہے کہ ہماری اصلاح کے ساتھ ہمارے اردگرد کی دنیا کی اصلاح بھی ہونی چاہیے۔ ہم اپنی نگاہوں میں ذلیل ہوگئے تو فطری طور پر دنیا نے بھی ہمیں حقیر وذلیل جانا۔ ہم اپنے دین سے برگشتہ ہوئے تو فطری طور پر دنیا بھی اس سے دور ہوگئی۔

آج اس عظیم دین کی طرف کامیاب واپسی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ اس لیے ہمیں بڑی مہارت اور باریک بینی کے ساتھ اس روشنی کی فطرت کی تصویر کشی کرنی چاہیے جس سے اللہ نے ہمیں نوازا ہے۔ اس پیغام کے مزاج کو عام کرنا چاہیے، جس کے ذریعے اللہ حق کو غالب اور باطل کو مٹا دینا چاہتا ہے اور مشرق ومغرب کی حیران وششدر قوموں کی رہنمائی کرنا چاہتا ہے۔ اِس صورتحال نے ہم پر بڑی ذمہ داریاں ڈال دی ہیں۔

دعوت اسلامی

محمد الغزالی

سورۃ التوبہ

(آیات: 38 تا 40)

ڈاکٹر اسرار احمد

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ ٱنفِرُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱثَّاقَلْتُمْ إِلَى ٱلْأَرْضِۚ أَرَضِيتُم بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مِنَ ٱلْأٓخِرَةِۚ فَمَا مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فِي ٱلْأٓخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنفِرُواْ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْـًٔاۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٖ قَدِيرٌ ۝ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَاۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٖ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلسُّفْلَىٰۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِيَ ٱلْعُلْيَاۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

''مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو؟ یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابل بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑی تکلیف کا عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر تم پیغمبرؐ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے) دوسرے (خود رسول اللہ ﷺ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبرؐ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔''

سورۃ النساء میں اس بات کا ذکر ہو چکا کہ قرآن مجید میں منافقین کو بھی "یایہا الذین اٰمنوا" کے الفاظ سے ہی خطاب کیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ بھی مسلمان تھے، ایمان کا دعویٰ کرتے تھے۔ اب کہا جا رہا ہے۔ اے ایمان کے دعوے دارو، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے نکلو اللہ کی راہ میں تو تم زمین کی طرف دھنسے جاتے ہو۔ تمہارا حوصلہ جواب دے گیا ہے۔ سوچو، کہیں تم نے آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو قبول تو نہیں کر لیا۔ تم دعویٰ تو ایمان بالآخرۃ کا کرتے ہو لیکن جب تمہیں اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم اس کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم آخرت ہاتھ سے دے کر دنیا خرید رہے ہو۔ پس جان لو کہ دنیا کی پوری زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم اللہ کی راہ میں نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہیں ہٹا کر کسی اور قوم کو لے آئے گا۔ اللہ نے تو اپنے دین کا جھنڈا اُٹھوانا ہے۔ تم نہیں اٹھاتے تو وہ تمہیں مسترد کر دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر سکو گے۔ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اگر تم ان کی (یعنی حضور ﷺ کی) مدد نہیں کرو گے تو اللہ نے تو ان کی مدد کی، جبکہ کافروں نے انہیں اپنے گھر سے نکال دیا اور مکے سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس وقت وہ دو ہی تھے یعنی ایک حضور ﷺ تھے، دوسرے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ یہ غار ثور کا واقعہ ہے۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ حضور ﷺ وہ تو پہنچ گئے غار کے دہانے تک آ گئے ہیں۔ اگر کسی نے ذرا بھی نیچے جھانک لیا تو ہم نظر آ جائیں گے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا﴾ ''فکر نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ تو اللہ نے آپؐ پر تسکین اور سکون نازل کر دیا، اور آپؐ کی ان لشکروں کے ساتھ مدد کی جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ کافروں کا کلمہ نیچا ہو گیا ہے۔ پورے جزیرہ نمائے عرب کے اندر اللہ کا دین غالب آ چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

کون سا صدقہ ثواب میں بڑھ کر ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَجُلٌ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ، تَخْشَي الْفَقْرَ، وَتَأْمُلُ الْغِنٰى، وَلَا تُمْهِلَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ)) قُلْتَ: ((لِفُلَانٍ كَذَا، وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ ثواب میں زیادہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست اور مال کو جمع رکھنے کا خواہش مند ہو، تجھے محتاجی سے ڈر لگتا ہو اور تو امیری کا آرزومند ہو۔ نیز صدقہ دینے میں دیر نہ کر، یہاں تک کہ جب (روح) حلق کے قریب پہنچ جائے تب تو وصیت کرے کہ فلاں کے لیے اتنا مال ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے جب کہ مال فلاں کا ہو چکا ہے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

"ایں جابیا!"

اگرچہ کسی کالم نگار یا اداریہ نویس کے لیے تنقیدی تحریر تائید کی نسبت خاصی آسان اور سہل ہوتی ہے لیکن کسی ابلیسی کردار کو زیر بحث لانا پڑ جائے تو اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے والے خوش تہذیب اور شائستگی کے دائرے میں خود کو مقید کرنے والے قلمکار کے لیے بڑی مشکل بن جاتی ہے کہ وہ قلم کی حرمت کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے کردار کی کرتوتوں کو اُن الفاظ کا لبادہ اوڑھائے جس کا وہ حقدار ہو اور جس سے اُس کے مکروہ کردار کی صحیح عکاسی ہو جائے۔ ایک اچھا اور خوش اخلاق قلمکار بھی بہرحال ایک انسان ہوتا ہے۔ جب اُسے کسی ننگ دین، ننگ ملت اور ننگ وطن شخص کو زیر بحث لانا پڑ جائے تو جذبات کو قابو رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم خود کو اس مشکل میں کسی صورت میں نہ ڈالتے اگر پاکستان کا جلاوطن یا صحیح تر الفاظ میں بھگوڑا سابق صدر پرویز مشرف انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیارِ غیر سے پاکستانی سیاست میں کودنے کا اعلان نہ کرتا۔ اُس کا یہ اعلان کہ "پاکستان کو میری ضرورت ہے" ہر غیرت مند پاکستانی کے لیے انتہائی شرمندگی اور ندامت کا باعث ہے۔ ہمیں مشرف کے سیاست میں حصہ لینے پر اعتراض کیوں ہوتا۔ ہمیں اعتراض اس حواس باختہ شخص کی بے ہودہ اور ناشائستہ گفتگو پر ہے جو اس نے اپنی "آل پاکستان مسلم لیگ" کے تاسیسی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کی ہے۔ ہمیں اعتراض اس بات پر ہے کہ اپنے ماضی پر اظہارِ ندامت کرنے کی بجائے اُس نے ایک بار پھر اپنے مذموم عزائم کا اظہار کیا، طالبانِ افغانستان اور غیور مسلمانوں کے خلاف اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کہ ہم اُس کی تاسیسی گفتگو پر اظہارِ خیال کریں ہم چاہیں گے کہ اس قومی مجرم پر فردِ جرم عاید کریں۔

1۔ 12 اکتوبر 1999ء کو مشرف نے اپنے حلف کی خلاف ورزی کی اور آئین شکنی کر کے وقت کی منتخب حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

2۔ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایک پُرکشش سات نکاتی ایجنڈا پیش کیا جس کی کسی ایک شق پر بھی نو سال میں عمل درآمد نہ کیا۔

3۔ صدر کا عہدہ سنبھالتے ہی دو عدد کتے گود لے کر امریکہ کو اپنے مخالفِ اسلام ہونے کی یقین دہانی کرائی۔

4۔ نائن الیون کے بعد ایک مکمل امریکی ایجنٹ کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ ملا عمر کی امارتِ اسلامیہ افغانستان کو تباہ و برباد کرنے میں امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔

5۔ اپنے کور کمانڈرز اور فضائیہ کے سربراہ کو بتائے بغیر اپنے کچھ فضائی اڈے امریکہ کے حوالے کر دیئے۔ اپنے فضائی فوج کے سربراہ کو تین دن قید رکھا، بعد ازاں وہ ایک فضائی حادثہ میں ہلاک کر دیا گیا۔

6۔ امریکہ کے ریلیز کردہ اعداد و شمار کے مطابق ایک ماہ میں پاکستان کے ہوائی اڈوں سے افغانستان پر ستاون ہزار حملے کروائے۔

7۔ امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ایک بہت بڑا جرم یہ کیا کہ قبائلی علاقوں میں پاکستان کی فوج داخل کر دی حالانکہ آزادی کے وقت قائداعظم نے قبائلی عمائدین سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کبھی ان علاقوں میں فوج داخل نہیں کرے گا۔

8۔ مشرف کے دور میں امریکہ نے پہلی مرتبہ ہماری فضائی اور زمینی سرحدوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈمہ ڈولہ پر میزائل برسائے جس سے ایک مدرسہ میں قرآن پڑھتے ننھے منھے درجنوں بچے شہید ہو گئے۔ مشرف نے انتہائی ڈھٹائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس جرم کو اپنی فوج کے سر تھوپ دیا اور کہا کہ مدرسہ میں دہشت گرد چھپے ہوئے تھے اور یہ حملہ خود ہماری فضائیہ نے کیا ہے۔

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — شمارہ 40

3 تا 9 ذوالقعدہ 1431ھ

12 تا 18 اکتوبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا

محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000

فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرونِ پاکستان

انڈیا.................. (2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

9۔ سابق صدر پرویز مشرف کے بدترین جرائم میں سے ایک یہ تھا کہ اُس نے پاکستان کی انتہائی ذہین تعلیم یافتہ اور دینی شغف رکھنے والی بیٹی ڈاکٹر عافیہ کو کراچی سے اغوا کر کے امریکیوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

10۔ ڈاکٹر عبدالقدیر جس نے پاکستان کو ایٹمی صلاحیت کا تحفہ دیا، جو ہمیشہ پاکستانی قوم کے ہیرو رہے، اُنہیں محسنِ پاکستان بھی کہا جاتا ہے، اُنہیں امریکہ کے کہنے پر ذلیل وخوار کیا۔

11۔ عدلیہ کی مٹی پلید کی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کو ایک پولیس مین نے سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ ججوں کو گھروں میں نظر بند کیا گیا اور اُن سے بدسلوکی کی گئی۔

12۔ این آر او جیسا بدنام زمانہ قانون صدر مشرف کے دور ہی میں بنایا گیا جو دنیا بھر میں پاکستان کے لیے رسوائی کا باعث بنا۔

13۔ اکبر بگٹی ایک بلوچ سردار تھا، اُس میں بہت سی کمزوریاں ہوں گی لیکن وہ کبھی ریاست پاکستان کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتا تھا، اُسے ظالمانہ انداز میں قتل کر کے بلوچستان میں پاکستان سے علیحدگی کی تحریک کا جواز فراہم کیا۔

14۔ آخر میں ہم اُس کے بدترین جرم کا ذکر کریں گے۔ ایسا جرم جس کی تفصیل میں جانے سے ہمارا قلم کانپ رہا ہے۔ لال مسجد میں کارروائی کا جرم۔ جامعہ حفصہ کی طالبات کا خون بہانے کا جرم۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ غفور ورحیم ہے، وہ معافی طلب کرنے پر کوئی جرم بھی معاف کر سکتا ہے لیکن اگر مشرف اس جرم پر معافی طلب نہیں کرتا تو اس دنیا میں اس جرم کی سزا پائے بغیر قبر بھی اُس کا لاشہ قبول نہیں کرے گی۔ آخرت کی سزا تو بہر حال ہے۔ صدر مشرف نے اپنے دورِ حکومت میں جن سینکڑوں جرائم کا ارتکاب کیا اُن میں سے چند ایک قارئین کی نظر کیے ہیں۔ اُس کے دور میں حکومتی ایوان عیش و عشرت کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ بادہ خوری اور راگ ورنگ کی محفلوں کا انعقاد روزمرہ کا معمول تھا۔ حیا باختہ عورتوں کا سرکاری رہائش گاہوں میں مجمع لگا رہتا تھا۔ بہت سی ایسی وڈیو فلمیں موجود ہیں جن میں پرویز مشرف سر پر شراب کا گلاس رکھے سرِ محفل ناچتا دکھایا گیا ہے۔ دوسرے گویوں کے ساتھ مل کر گانا، طبلہ بجانا اُس کے مشاغل میں شامل تھا۔

یہ سب کچھ تحریر کرتے ہوئے ہمیں یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم خود کسی جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں، لیکن جب پرویز مشرف جیسا دین دشمن انسان سیاست میں کودنے کا اعلان کرے گا، جب وہ کہے گا کہ پاکستان کو اُس کی قیادت کی ضرورت ہے تو ہمارا قومی اور دینی فریضہ ہے کہ برائی کے اس سرچشمہ کے راستے کی دیوار بنیں۔ ہمارا فرض ہے کہ پاکستان کو اس گھناؤنے کردار کے حامل شخص سے بچانے کی کوشش کریں۔ ہماری تحریریں گواہ ہیں کہ صرف سابقہ صدر پرویز مشرف ہی نہیں موجودہ حکمرانوں سے بھی ہم نے کوئی رعایت نہیں کی اور اُن کے خلاف بھی قلمی جہاد کرنے سے گریز نہیں کیا۔ ہم انہیں بھی پرویزی دور کا تسلسل قرار دیتے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ ہر جابر، ظالم اور غاصب کے خلاف کلمہ حق بلند کرتے رہیں گے۔ یاد رہے ہمارے نزدیک ہر وہ حکمران جابر، ظالم اور غاصب ہے جو مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں شریعت محمدیؐ نافذ نہیں کرتا یا اُس کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ کھڑی کرتا ہے۔ پاکستان نفاذ اسلام کے لیے معرض وجود میں آیا تھا۔ ہندوؤں سے الگ ہونے کا کوئی تُک اور جواز ہی نہیں تھا اگر پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست نہیں بنانا تھا۔ لیکن آیئے سیکولر طبقات اور ملحد افراد کی یہ بات ایک منٹ کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں کہ اسلامی فلاحی ریاست نہیں بلکہ محض مسلمانوں کا الگ ملک بنانا تحریک پاکستان کا اصل ہدف تھا تب بھی ایک ایسی مملکت میں جہاں 95 فیصد سے زاید مسلمان آباد ہوں وہاں اسلامی نظام کا نفاذ اُس کے باسیوں کا قومی اور دینی فریضہ ہونا چاہیے یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ ہم دعویٰ کریں محمد عربی ﷺ کے غلام ہونے کا، ہم دعویٰ کریں کہ قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے، لیکن ہم قرآن اور سنت سے ماخوذ نظام نافذ کرنے کی بجائے انگریزوں، امریکیوں اور اسرائیلیوں کے پیچھے بھاگیں، اس سے بڑی منافقت اور حماقت کیا ہوگی؟ صاف صاف بات ہے ہمیں یا محمد ﷺ کا دین ماننا ہوگا یا اہل یورپ کا دین تسلیم کرنا ہوگا۔ یہ منافقت فریب اور جھوٹ کی انتہا ہے کہ ہم کہیں کہ ہم ہیں تو مسلمان لیکن مسلمانوں کے ملک میں اسلام دشمن نظام رائج کریں گے۔ شیر گیدڑ کی کھال پہن لے اور گیدڑ جیسی حرکات کا ارتکاب کرنا شروع کر دے تو وہ شیر نہیں رہے گا۔ ہم نے آغاز میں وعدہ کیا تھا کہ ہم مشرف کی تقریر پر بھی تبصرہ کریں گے، لیکن جگہ کی کمی کی وجہ سے ممکن نہیں۔ یہ کڑوا گھونٹ پھر کبھی بھر لیں گے، اگرچہ دعا ہے کہ ایسی نوبت نہ آئے تو بہتر ہے۔ فی الحال ہم سابق صدر صاحب کو وہی جواب دیں گے جو مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کو امیر افغانستان نے اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت کے جواب میں دیا تھا یعنی ''ایں جا بیا!'' ترجمہ (یہاں تو آؤ!)

بیانیہ مجلس اسرار

اسلامی انقلاب منظّم عوامی جدوجہد سے آئے گا

ہماری زندگی میں اجتماعی سطح پر ہمہ گیر اور بنیادی تبدیلیاں نہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے ممکن ہیں، اسی لیے سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے کسی قائم شدہ نظام کو بہتر طور پر چلایا جا سکتا ہے تبدیل نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی کسی تدریجی اور جزوی اصلاح کے ذریعے ممکن ہیں، اس لیے کہ اس طرح صرف سطحی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں بنیادی نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک مکمل انقلاب کی ضرورت ہے جس کے لیے ایک ایسی انقلابی جماعت ضروری ہے جس کے وابستگان پہلے اپنی ذات پر اور اپنے دائرہ اختیار میں خصوصاً اپنے گھر میں احکامِ شریعت کو نافذ کریں اور پھر ایک بنیانِ مرصوص کی صورت اختیار کر کے منظّم انداز میں تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہوں (چنانچہ اس نظام کو قائم کرنے کی ایک حقیری کوشش کے طور پر ہم نے تنظیم اسلامی قائم کی ہے) لیکن اس سے بھی پہلے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح اور وسیع پیمانے پر نظامِ خلافت کی خصوصیات کا فہم و شعور عام کیا جائے۔

آخر میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب تک یہ اسلامی انقلاب برپا نہ ہو، ہم موجودہ سیاسی و انتخابی عمل کے جاری رہنے کے شدت کے ساتھ قائل ہیں اور کسی بھی صورت میں دوسری واحد ممکن العمل شکل یعنی مارشل لاء کی تائید نہیں کرتے، جو ہمارے نزدیک پاکستان کے حق میں سم قاتل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ البتہ جو حضرات تہہ دل سے اسلامی انقلاب یا نظامِ خلافت کے قیام کے متمنی ہیں انہیں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس سیاسی و انتخابی عمل سے بالکل کنارہ کش ہو کر اپنی جملہ توانائیاں اس منظّم قوت کے فراہم کرنے کے لیے وقف کر دیں جو نظامِ باطل کو چیلنج کر سکے اور دینی اصلاح میں ''نہی عن المنکر بالید'' یعنی ''طاقت کے ساتھ منکرات کے استیصال'' کے لیے منظّم لیکن پرامن مظاہروں کے لیے میدان میں آ سکے!''

قرآن مجید سے تعلق کیسے برقرار رکھا جائے (III)

24 ستمبر 2010ء مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید صاحب** کا خطابِ جمعہ

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

برادرانِ اسلام! گزشتہ جمعہ میں اعتصام بالقرآن کے حوالے سے قرآن پر ایمان، اس کی تلاوت اور اُس پر تذکر و تدبر کے حوالے سے گفتگو ہوئی تھی، آج اسی سلسلے کو آگے بڑھانا ہے۔ (ان شاء اللہ)

ایمان و تعظیم، تلاوت و ترتیل اور تذکر و تدبر کے بعد اعتصام بالقرآن کا چوتھا لازمی تقاضا قرآن مجید پر عمل کرنا ہے۔ ظاہر ہے، ماننا، پڑھنا اور سمجھنا سب فی الاصل عمل ہی کے لیے مطلوب ہے۔ اس لیے کہ قرآن کتابِ ہدایت ہے۔ یہ کوئی جادو یا جنتر منتر کی کتاب نہیں ہے کہ جس کا محض پڑھ لینا ہی دفعِ بلیات کے لیے کافی ہو۔ چونکہ یہ کتاب لوگوں کی رہنمائی کے لیے اُتری ہے، لہٰذا ضروری ہے اس پر ایمان لانے والے اِسے اپنا امام و رہنما بنائیں، اِسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں۔ قرآن نے اللہ اور بندوں کے حقوق کو واضح کر دیا، اور مسلمانوں کی منصبی ذمہ داریوں کو بھی کھول کر بیان کر دیا ہے۔ قرآن پر عمل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان حقوق کو ادا کریں اور اپنی منصبی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیں۔ ہم امت مسلمہ کے افراد ہیں اور اس بات پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ''خیرامت'' کا اعزاز عطا کیا ہے، لیکن ہمیں اس بات پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ وہ کون سا خصوصی مشن ہے کہ جس کی بنا پر ہمیں ''خیرامت'' کا اعزاز ملا ہے۔ یہ مشن شہادتِ حق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مشن ہے جو ختم نبوت کا تقاضا ہے۔ ہر مسلمان اِس بات کو جانتا اور اس پر پختہ ایمان رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ابدالآباد تک نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ مگر شہادتِ حق کا کام تو باقی ہے۔ یہ کام قیامت تک ہوتا رہے گا۔ یہ کام کون انجام دے گا؟ یہ ذمہ داری اب نبی ﷺ کی امت پر ڈالی گئی ہے۔ اُسے رہتی دنیا تک یہ کام کرنا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمیں ''خیرامت'' کی بات تو یاد رہتی ہے مگر جس حوالے سے ہمیں ''خیرامت'' کہا گیا ہے، وہ ذمہ داری دور دور تک ہمارے ذہنوں میں نہیں ہے۔ اِس کی طرف ہماری کوئی توجہ ہی نہیں۔ ہمارے ہاں یہ بات زیرِ بحث ہی نہیں آتی کہ ہم ایک عظیم مشن کے علمبردار ہیں۔ ہمیں نوعِ انسانی تک اللہ کے پیغام کو پہنچانا ہے۔ دین کے حوالے سے جب کبھی بات ہوتی ہے تو محض عبادات کے مسائل کی حد تک! یہ نہیں بتایا جاتا کہ ہم چوبیس گھنٹے کی زندگی کیسے گزاریں کہ آخرت کے خسارے سے بچ سکیں، امت کے اجتماعی فریضے شہادتِ حق کو کیسے ادا کریں۔ یاد رکھیے، قرآن صرف پڑھنے کے لیے نہیں آیا، یہ عمل کی کتاب ہے۔ اگر ہم اس پر عمل نہیں کرتے تو یہ روش منافقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے منافقین کی بڑی تعداد قرآن کے پڑھنے والوں پر مشتمل ہوگی۔ یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو قرآن کو بڑی خوش الحانی سے پڑھیں گے، مگر اُس پر عمل نہیں کریں گے، اُن کی زندگی عمل سے خالی ہوگی۔ اور یہ چیز اللہ کی سخت ناراضی، غصے اور بیزاری کا باعث بنتی ہے۔ سورۃ الصف کی آیت 2 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ ''اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو، وہ بات جس پر عمل نہیں کرتے، اللہ کے ہاں یہ بات سخت بیزاری کی ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر خود تمہارا عمل نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قرآن کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا:

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾

''اور (اے کفر کرنے والو) یہ کتاب بھی ہمیں نے اتاری ہے برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو اور (خدا سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔''

اِسی سورۃ میں پیچھے فرمایا:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ﴾ (آیت:153)

''اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا۔''

یعنی یہ قرآن کا راستہ بالکل سیدھا راستہ ہے۔ اگر نجات چاہتے ہو تو اس کتاب کا اتباع کرو، اس کے پیچھے چلو۔ پورے شعور و ادراک کے ساتھ اس صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاؤ۔ ہم ہر نماز میں جس صراطِ مستقیم پر چلنے کی دُعا مانگتے ہیں، قرآن اُسی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہماری اصل منزل آخرت ہے، دنیا نہیں، یہ تو عارضی جائے قیام ہے۔ آخرت میں کامیابی اُسی صورت ممکن ہے جب ہم قرآن کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر چلیں، قرآنی ہدایت کے مطابق اپنی پوری زندگی کو ڈھالیں۔

قرآن مجید پر عمل کے دو پہلو ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی انفرادی زندگی میں بھی قرآنی تعلیمات اور سنتِ رسولؐ (جو قرآن کی شرح ہے) کی پیروی کریں۔ قرآن نے جن حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، اُنہیں ادا کریں، جن کاموں کو کرنے کا کہا ہے، انہیں انجام دیں اور جن باتوں سے روکا ہے اُن سے رک جائیں۔ صراطِ مستقیم پر چلتے اور قرآن و سنت کی تعمیل کرتے ہوئے اگر کہیں کوئی غلطی یا گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ کی جانب رجوع کریں، سچے دل سے اُس کی جناب میں توبہ کریں اور اصل راستے کی طرف پلٹ آئیں۔

قرآن پر عمل کا دوسرا پہلو اجتماعی زندگی میں اس کے احکامات کی ترویج و تنفیذ ہے۔ قرآن صرف

انفرادی زندگی کے بارے میں تعلیمات نہیں دیتا، بلکہ اجتماعی سطح پر سماجی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کے ضابطے اور اصول بھی فراہم کرتا ہے۔ اِس میں زندگی کے ہر گوشے کے لیے جامع رہنمائی موجود ہے۔ لہٰذا اجتماعی سطح پر قرآن وسنت کی تعلیمات کا نفاذ اور اس کے لیے جدوجہد بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ سورۃ المائدہ میں جو تکمیل شریعت کی سورت ہے، اللہ نے فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (آیت:3)

''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔''

یہاں فرزندان اسلام کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کردیا گیا ہے۔ تمہیں ایک بہترین عادلانہ منصفانہ نظام عطا کردیا گیا ہے، جو بتائے گا کہ تمہارا سیاسی نظام کیا ہوگا، معاشرتی سیٹ اپ کیسے ہوگا اور معاشرتی نظام کن خطوط پر استوار ہوگا۔ جب اس نظام کی بابت مکمل رہنمائی دے کر اسے مکمل کردیا گیا تو پھر اللہ نے یہ بات بھی واضح کردی کہ میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین کے طور پر پسند کیا ہے۔ اب نظام زندگی کی حیثیت سے کوئی اور نظام میں ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ سیکولر مغربی جمہوریت، اشتراکیت اور دیگر غیر اسلامی نظاموں کو اختیار کروگے تو رسوائی ہی تمہارا مقدر ہوگا۔ تمہیں اب صرف اور صرف اسی نظام کو اختیار کرنا ہے جس کا عنوان خلافت ہے۔ اگر تم قرآن پر عمل کرنا چاہتے ہو، اگر اسلام میں پورے کے پورے داخل ہونے کے آرزومند ہو تو لازم ہے کہ دین پر خود بھی عمل کرو اور اِسے اپنی اجتماعی زندگی میں نافذ و قائم بھی کرو۔ مسلمانوں کے ابتدائی ادوار دورِ نبویؐ دورِ صحابہؓ اور دورِ تابعین میں اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ مسلمانوں کا معاشرہ ہو، اور اس میں اللہ کی شریعت قائم نہ ہو، بالکل اسی طرح جیسے یہ تصور نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ایک شخص مسلمان ہو اور نماز نہ پڑھے۔ اگر مسلمان آزاد ہوں، اُن کی اکثریت ہو، پھر بھی وہ اسلام نافذ نہ کریں تو اس کا صاف مطلب اللہ سے بغاوت ہے۔ یہ اِس بات کا برملا اعلان ہے کہ خدایا، تو نے تو ہمیں ایک نظام حیات عطا کیا ہے مگر (معاذ اللہ) ہمیں تیرے نظام کی کوئی ضرورت نہیں، ہمیں تیرا نظام گوارا نہیں، ہمیں باطل نظام ہی قبول ہے۔ ہم اسی کو سینے سے لگائیں گے، اسی کو پروموٹ کریں گے۔

اِس سورت (المائدہ) کے بالکل آغاز میں اللہ نے فرمایا کہ ''ایمان والو! اپنے عہد وپیماں پورے کیا کرو۔'' ہر انسان عہد و پیاں کرتا ہے۔ سماجی زندگی میں اس کی ضرورت پیش آتی ہی رہتی ہے۔ لیکن ایک عہد وہ ہے جو ہم نے اللہ سے کر رکھا ہے، اور اس عہد کی تجدید ہر نماز میں بھی کرتے ہیں یعنی عہد بندگی۔ ہم پر لازم ہے کہ اپنے اس عہد کو پورا کریں۔ اللہ کے تمام احکامات کی اپنی ذاتی زندگی میں بھی تعمیل کریں اور اجتماعی زندگی میں بھی اُس کے دیئے گئے قانون شریعت کے غلبے کے لیے کوشاں ہوں۔ یہ کتاب قومی سطح پر بھی ہمارا آئین و دستور ہونی چاہیے۔ اگر ہمارے فیصلے کتاب شریعت کے مطابق نہیں ہوتے تو پھر اللہ کی نگاہ میں ہم بہت بڑے مجرم ہوں گے۔ قرآن نے واضح کردیا کہ حاملین کتاب اگر اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہ کافر، ظالم اور فاسق ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا:

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

نیٹو کے ہیلی کاپٹروں کی ہماری فضائی حدود میں مداخلت اور بمباری ڈرون حملوں کو خاموشی سے برداشت کرنے کا نتیجہ ہے

نیٹو کے ہیلی کاپٹروں کی ہماری فضائی حدود میں مداخلت اور بمباری ڈرون حملوں کو خاموشی سے برداشت کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلامی نظام نافذ نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم اندرونی سطح پر انتشار اور خلفشار کا شکار ہوگئے جس سے ملک سیاسی اور معاشی لحاظ سے مستحکم نہ ہوسکا۔ اِس کے اثرات ہماری دفاعی اور عسکری قوت پر بھی مرتب ہوئے۔ لہٰذا بیرونی قوتوں خصوصاً امریکہ اور مغرب کو یہ موقع ملا کہ وہ پاکستان کو امداد کی لالچ میں اپنے مفادات کے لیے استعمال کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ نائن الیون کے موقع پر طالبانِ افغانستان نے امریکہ کے خلاف ڈٹ جانے کا اور پاکستان نے اُس کے آگے سرنگوں ہونے کا فیصلہ کیا۔ نتائج آج دنیا کے سامنے ہیں کہ طالبان امریکہ کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کررہے ہیں اور ہم امریکی جارحیت کو شکار ہورہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم اللہ سے رشتہ جوڑیں اور امریکہ سے ناتہ توڑیں وگرنہ امریکہ افغانستان میں اپنی شکست کا بدلہ پاکستان کو تباہ اور مفلوج کرکے لے گا۔ ہم نیٹو کی سپلائی لائن بند کرکے امریکہ کو گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کرسکتے ہیں لیکن اس کے لیے جرأت مندانہ فیصلوں کی ضرورت ہے۔ (پریس ریلیز: 1 اکتوبر 2010ء)

بابری مسجد کے حوالے سے الہ آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ کھلی ناانصافی ہے

بھارت ہی نہیں پورے عالم کفر کی اسلام دشمنی کا جواب خلافت کا قیام ہے

بابری مسجد کے حوالہ سے الہ آباد ہائی کورٹ کا ناانصافی پر مبنی فیصلہ غیر متوقع نہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ عالم اسلام خصوصاً پاکستان اور ہندوستان میں اس فیصلہ کے خلاف ردِعمل فطری اور منطقی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ صرف بھارت ہی نہیں عالم کفر ایک وحدت کی صورت میں اسلام دشمنی کا مظاہرہ کررہا ہے۔ امریکہ میں قرآن جلانے کے پروگرام بنتے ہیں تو ڈنمارک میں ہادی برحق نبی اکرم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے جاتے ہیں۔ دہشت گردی کہیں ہو کسی نے کی ہو مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا جاتا ہے۔ حجاب اور نقاب پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ عالم کفر کے مقابلے میں عالم اسلام اگر متحد نہ ہوا اور مسلمان ممالک منتشر انداز میں بھانت بھانت کی بولیاں بولتے رہے تو ایک کے بعد دوسرے اسلامی ملک کو نشانہ بنا کر عالم اسلام کے مکمل خاتمے کی کوششیں بارآور ہوسکتی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ نظام خلافت واحد نظام ہے جس کے جھنڈے تلے جمع ہوکر امت مسلمہ ایک اکائی کی صورت میں عالم کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکتی ہے۔ لہٰذا ہمارا دینی فریضہ ہے کہ خلافت کے قیام کے لیے شب و روز جدوجہد کریں وگرنہ مسلمانوں کو دنیا سے مٹادینے یا اُنہیں اپنا غلام بنالینے کی کوششیں کامیاب ہوسکتی ہیں۔ (پریس ریلیز: 2 اکتوبر 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (المائدۃ)

"اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ (المائدۃ)

"اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔"

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾﴾ (المائدہ)

"اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔"

قرآن حکیم نے یہ بھی بتایا ہے کہ اگر شریعت کو نافذ کیا جائے، اللہ کا دین قائم ہو تو اس کے نتیجے میں برکات کا ظہور ہوتا ہے۔ معاشرے میں خوشحالی آتی ہے۔ ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہوتا ہے۔ چہار سو عدل و انصاف کے پھول کھلتے ہیں۔ الفت و محبت کی خوشبو سے فضائیں معطر ہوتی ہیں۔ اللہ نے یہ بات اہل کتاب کے حوالے سے ہمیں یوں سمجھائی ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ﴾ (المائدۃ:66)

"اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے تو (ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔"

یعنی اگر ان اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو قائم کیا ہوتا، اُس کی ہدایت کے مطابق معاشرے کی صورت گری کی ہوتی، اُس کی روشنی سے اپنی سوسائٹی کو منور کرتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُن پر برکات نازل ہوتیں۔ وہ اپنے سروں کے اوپر سے بھی رزق پاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی۔ یعنی آسمان سے بھی اللہ کی برکتیں نازل ہوتیں اور اذنِ الٰہی سے زمین بھی اپنے خزانے اُگل دیتی۔ مگر انہوں نے اقامت دین کی ذمہ داری ادا نہ کی، لہٰذا راندۂ درگاہ کر دیئے گئے اور اُن کی جگہ اللہ نے اپنی نمائندگی کے لیے ایک نئی امت اُٹھائی۔

شریعت نافذ نہ کرنے کا جرم امتوں کو اللہ کی نگاہ میں بالکل بے وقعت بنا دیتا ہے۔ اللہ کے ہاں اُن کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ قرآن میں اہل کتاب سے بطور تنبیہ فرمایا گیا:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدۃ:68)

"کہو کہ اے اہل کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی اُن کو قائم نہ رکھو گے کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے۔"

اقامت دین کی جدوجہد سے روگردانی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی منصبی ذمہ داری سے پہلو تہی کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ قومیں عذابوں میں گھر جاتی ہیں، پھر وہ اُن سے نجات کی دُعائیں مانگتی ہیں، مگر اللہ اُن کی دعا قبول نہیں کرتا۔ حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور ضرور برائی سے منع کرو گے، ورنہ تم پر اللہ تعالیٰ عذاب بھیجے گا، پھر تم (اس سے نجات کے لیے) دُعائیں مانگو گے، مگر یہ دُعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔" (رواہ الترمذی)

آج بحیثیت ملت اسلامیہ پاکستان ہم بحرانوں کی زد میں ہیں۔ ایک بحران نہیں ٹلتا کہ دوسرا آ جاتا ہے۔ ہم ان سے نجات کے لیے دُعائیں مانگتے ہیں، مگر اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ چکی ہے۔ اس لیے ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کی تعمیل نہیں کی۔ ہم نے اپنے فرض منصبی کو چھوڑ دیا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی ہے، دین کی اقامت کی جدوجہد کی بجائے دنیا کمانے کو اپنی ترجیح اول بنایا ہے۔ ہماری دُعائیں تب قبول ہوں گی اور ہمیں مسائل اور بحرانوں سے چھٹکارا اُس وقت ملے گا جب ہم اپنے مشن کو پورا کریں گے، جب وہ پاکیزہ معاشرہ اور ریاست قائم کریں گے، جہاں اللہ کا قانون غالب ہو، جہاں شریعت بہاریں دکھا سکے، جہاں خلافت کا نظام اپنا بےلاگ عدل وانصاف اور مثالی امن وامان دنیا والوں کو دکھا سکے۔ خلافت راشدہ کے دور کو دیکھ لیجئے، اُس میں خوشحالی اور امن وامان کا کیا عالم تھا۔ عجیب منظر تھا، جو اس سے پہلے نوع انسانی نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی تھی۔ حال یہ تھا کہ لوگ زکوٰۃ لیے پھرتے تھے، مگر انہیں کوئی لینے والا نہ ملتا تھا۔ امن و امان کی صورت یہ تھی کہ حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق زیورات سے لدی پھندی عورت مکہ سے صنعاء جاتی تھی، مگر اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا تھا۔ یہ خیالی باتیں نہیں، بلکہ یہ سب کچھ تاریخ کے حافظے میں موجود ہے، جس کا ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے۔

قرآن پر عمل کا تقاضا تبھی پورا ہوگا جب ہم اپنی جانوں پر اور اپنے ملک میں قرآنی تعلیمات کو نافذ کریں گے، ورنہ تمسک بالقرآن کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ اس پس منظر میں جب عالم اسلام کے ستاون ممالک پر نگاہ پڑتی ہے تو ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ افسوس ہوتا ہے کہ کرۂ ارضی پر موجود ستاون مسلم ممالک میں سے کسی ایک ملک میں بھی اللہ کا قانون غالب اور قائم نہیں ہے۔ ہر جگہ سیکولر قوانین اور نظام چل رہے ہیں۔ سعودی عرب میں اگرچہ جزوی طور پر چند سزائیں نافذ ہیں (اور ان کی برکت بھی یہ ہے کہ وہاں جرائم کی شرح پوری دنیا سے کم ہے) مگر پورا دین وہاں بھی قائم نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کو بطور نظام قائم کیا جائے۔ ورنہ یہودیوں کی طرح اللہ کی نگاہ میں ہماری بھی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

تو یہ ہے تمسک بالقرآن کے حوالے سے چوتھی ذمہ داری! اگر ہم اس ذمہ داری کو ادا کرتے ہیں تو پھر ہمارا قرآن مجید سے تعلق صحیح بنیادوں پر استوار ہوگا، اور اگر نہیں کرتے تو یہ اس بات کی واضح علامت ہوگی کہ اگرچہ ہم نے قرآن کو اللہ کی کتاب مانا ہے مگر اسے اپنی زندگی میں وہ مقام دینے کو تیار نہیں جس کا وہ متقاضی ہے۔ اس روش کا نتیجہ وہی ہوگا کہ جیسے یہودیوں پر ذلت ومسکنت تھوپ دی گئی، ہم بھی ذلیل ورسوا ہوں گے، اور ہو بھی رہے ہیں۔ دین وشریعت سے بے وفائی اور غداری کی بنا پر یہودیوں پر کئی بار اللہ کے عذاب کے کوڑے برسے۔ دو بار تو بیت المقدس کی حرمت پامال ہوئی۔ آج وہی عذاب ہم پر مسلط ہے، اس لیے کہ اللہ کی سنت بدلتی نہیں۔ دین سے بے وفائی اور غداری جو بھی کرے گا سزا پائے گا۔ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا تفصیلی ذکر اسی لیے کیا گیا ہے، کہ ہم اُس سے سبق حاصل کریں۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیت گئی

امجد رسول امجد

امریکی عدالت کے جج نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو 86 سال کی سزائے قید سناتے ہوئے کہا ہے کہ ہم نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی زندگی تباہ کر دی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، صدیوں سے منافقین، مشرکین اور کفار کا یہی خیال ہے کہ اُن کا رہبر ابلیس حق پر ہے اور اُس کے تمام مخالفین گمراہ ہیں۔ وہ جب چاہیں، جہاں چاہیں جس کی چاہیں زندگی بنادیں یا تباہ کر دیں۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی والدہ نے کہا ہے کہ امریکی جج نے اپنی آخرت تباہ کر لی ہے۔ ہم سب کا تو اس بات پر ایمان ہے کہ ایک مسلمان پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ امتحان اور آزمائش کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر وہ صبر سے کام لے تو اسے جنت عطا کر دی جاتی ہے اور وہ وہاں پہنچ کر یہی کہتا ہے کہ میں نے دنیا میں کوئی بھی دکھ نہیں دیکھا اور جسے دنیا میں عیش و عشرت ملتی ہے اور وہ خدا کو بھول کر دنیا والوں پر ظلم کرتا ہے اُسے جہنم میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ یہی کہتا ہے کہ میں نے دنیا میں کوئی مسرت اور خوشی نہیں دیکھی۔

اگر ڈاکٹر عافیہ صدیقی جین اور سکرٹ پہنتی، سگریٹ پیتی، کلب میں جایا کرتی، شراب کے جام چڑھاتی، غیروں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر ڈانس کرتی، مغربی ثقافت اور معاشرے میں ڈھل کر حیا اور ایمان کی دھجیاں بکھیرتی، ماں باپ کے سامنے، بھائیوں کے ہوتے ہوئے اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ گھومنے کے لیے نکل جانے والی اور بے حسی، بے غیرتی اور بے ایمانی کی زندگی گزارنے والی ہوتی تو اسے مغرب کی کوئی پولیس گرفتار نہ کرتی، اُس پر کوئی مقدمہ نہ بنتا، اُسے کوئی دکھ تکلیف اور پریشانی نہ ہوتی اور نہ ہی آج اُسے 86 سال کی قید سنائی جاتی۔ پھر تو اسے انعامات سے نوازا جاتا، میڈل دیئے جاتے، اس کی روشن خیالی پر مضمون لکھے جاتے، اس کی تصویر انگلش میگزینوں اور اخباروں میں چھپتیں۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اتنی بھاری سزا کی وجہ یہی ہے کہ اُس نے امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی امریکی و مغربی کلچر اور ثقافت کو اپنانے سے انکار کر دیا۔

آج پوری دنیا ایک مُٹھی میں بند ہے۔ ہر انسان کی آنکھیں کھلی ہیں، کان سن رہے ہیں اور دماغ اپنی اپنی بساط کے مطابق غور و خوض کر رہا ہے، آؤ ذرا ایمانداری سے سوچیں، کیا یہ ممکن ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے امریکی فوجی سے گن چھین کر اُس پر حملہ کیا، گولی چلی اور وہ بال بال بچ گیا۔ یہ سب ایک افسانہ اور من گھڑت کہانی ہے۔ یہ ایک ڈرامہ ہے۔ یہ منافقین اور کفار کی ایک سازش ہے، جنہوں نے عافیہ کو کراچی سے گرفتار کر کے افغانستان میں پہنچا دیا اور امریکہ میں لے جا کر سزا سُنا دی۔ حق بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی حافظِ قرآن ہے۔ اُس کا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ملتا ہے۔ وہ نام کی حد تک دخترِ اسلام نہیں بلکہ اسلام اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اُس کا رب کی ذات پر مکمل ایمان ہے۔ وہ ہر دم توحید کا پرچار کرنے والی ہے۔ وہ مسلمانوں کا دل سے احترام کرتی ہے، علماء کا ادب کرتی ہے، مجاہدین کو غیرت مند تصور کرتی ہے۔ اس کی غلطی صرف یہ ہے کہ وہ امریکہ کو سپر پاور نہیں مانتی بلکہ اسے پاگل، دیوانہ اور مجنوں کہتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ امریکہ نے 38 ممالک میں اپنی فوجیں دنیا کا امن اور سکون تباہ و برباد کرنے کے لیے بٹھا رکھی ہیں۔ وہ مسلمانوں سے کہتی ہے اگر انہیں دنیا میں عزت و غیرت سے جینا ہے تو ظالم امریکہ کے سامنے کلمہ حق کہیں، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں اور صرف اللہ تعالیٰ کو سپر پاور تسلیم کریں۔ ڈاکٹر عافیہ کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ وہ امت مسلمہ کے دشمنوں کو اپنا دشمن اور اسلام کے دوستوں کو اپنا دوست سمجھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار نے اس پر مقدمہ بنایا، منافقین نے اسے بیچا اور ہمارے موجودہ حکمرانوں نے اُس کی رہائی کی بجائے صرف جھوٹی تسلیاں دی ہیں۔ ہمارے حکمران امریکہ کی اسلام کے خلاف جنگ میں سب سے بڑے اتحادی ہیں۔ انہوں نے امریکہ کو اڈے دے رکھے ہیں۔ اور اُس کے ایک ایک حکم پر عمل کر رہے ہیں، ڈرون حملوں میں اپنی ماؤں، بہنوں اور بچوں کی قربانی کی صورت میں امریکہ کو خون کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ اُنہیں عافیہ کی رہائی سے کیونکر دلچسپی ہو سکتی تھی۔ وگرنہ یہ اگر دل سے چاہتے تو ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو رہائی مل سکتی تھی، مگر افسوس صد افسوس کہ وہی آنسو پیارے لگتے ہیں جو اپنی آنکھ سے بہتے ہیں۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے کہا ہے کہ پاکستانی قوم تو بہت اچھی ہے، کاش اسے اچھے حکمران مل جاتے۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو جب امریکی جج نے سزا سنائی، تو موقع پر عدالت میں موجود لوگوں نے شیم شیم کے نعرے لگائے۔ مگر شرمندہ تو وہ ہوتا ہے جس کے پاس شرم ہو۔ قربان جائیں دخترِ اسلام پر۔ وہ نہایت مطمئن اور پرسکون بیٹھی تھی۔ فیصلہ سن کر اُس نے الحمدللہ پڑھا اور کہا کہ جج صاحب آج تم ہار گئے، میں جیت گئی۔ لوگوں کو کہا کہ میری سزا پر کوئی ہنگامہ اور خون خرابہ نہ کیا جائے۔ ڈاکٹر عافیہ تم واقعی جیت گئی ہو۔ تم جن کی پیروی اور اطاعت کرتی ہو، کل وہ بھی اسی طرح جیتے تھے جیسے آج تم جیت گئی ہو۔ ڈاکٹر عافیہ تمہاری جیت یہ نہیں کہ تمہاری گرفتاری، اسیری اور سزا پر اہل پاکستان نے احتجاج کیا، تم سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے، بلکہ تمہاری جیت یہ ہے کہ شاہراہ اسلام پر چلتے ہوئے ثابت قدمی دکھائی۔ یہ دنیا تو مچھر کا پر ہے، دھوکے کا گھر ہے۔ سب نے ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ تمہاری جیت یہ ہے کہ جب تم دنیا سے جاؤ گی تو ان شاءاللہ حوریں تمہاری پاکیزہ روح کو جنت الفردوس میں لے جانے کے لیے ریشمی غلافوں کو خوشبوؤں میں بسا بسا کر تمہارے پاس لائیں گی اور تمہیں حضرت آسیہ ؓ کی طرح مرنے سے پہلے جنت میں تمہارا محل دکھایا جائے گا۔ اُس کا حسن و جمال دیکھ کر تمہاری روح پرواز کرتے ہوئے تمہارے چہرے پر جو رونق، اطمینان، سکون اور خوبصورتی چھوڑ جائے گی، سب کافر، مسلمان اور منافق اسے دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھیں گے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیت گئی۔

اوراب قراردادِ مقاصد نشانے پر!

محمد سمیع

جس طرح بھارت نے پاکستان کے وجود کو دلی طور پر تسلیم نہیں کیا، وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح پاکستان کا خاتمہ ہو اور اس کا اکھنڈ بھارت کا خواب پورا ہو، اسی طرح پاکستان کے سیکولر عناصر نے آج تک پاکستان کے اسلامی تشخص کو قبول نہیں کیا اور ان کی شدید خواہش ہے کہ یہ ایک سیکولر ریاست بن جائے۔ اگر خدانخواستہ ان کی یہ خواہش پوری ہوگئی تو بھارت کے خواب کی بھی تعبیر سامنے آجائے گی۔ پاکستان کا قیام اسی بنیاد پر ہوا تھا کہ غیر منقسم ہندوستان کی سیکولر ریاست میں مسلمانوں کا دین ہدف بنتا۔ یہی نہیں، ثقافتی، معاشرتی اور معاشی اعتبار سے بھی وہاں کے مسلمانوں کو تحفظ حاصل نہ ہوتا۔ وطن عزیز کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے لئے پہلے اس کے نام اسلامی جمہوریہ پاکستان سے لفظ ''اسلامی'' کو حذف کروانے کی کوشش کی گئی، جسے پاکستان کے عوام نے مسترد کردیا۔ پھر یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ پاکستان کے سربراہ مملکت کا ''مسلمان'' ہونا کیوں ضروری ہے۔ الحمدللہ، سیکولر عناصر کو اس معاملے میں بھی منہ کی کھانی پڑی۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کہا تھا کہ

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اس کو بھی تو نے آخر چرکہ لگا کے چھوڑا

تو اب ان عناصر کی جانب سے قرارداد مقاصد کو چرکہ لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان شاء اللہ اس مرتبہ بھی انہیں ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

پچھلے دنوں یہ خبر آئی تھی کہ کچھ لوگ قائد اعظم محمد علی جناح کے 11 اگست 1947ء کی تقریر کو دستور کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے ایک مرحوم دینی اسکالر (اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے) فرمایا کرتے تھے کہ قیام پاکستان کی تحریک کو علامہ اقبال نے اسلام کا انجکشن لگایا اور بعد ازاں 1930ء سے 1940ء تک قائد اعظم اسلام کی قوالی گاتے رہے۔ لگتا ہے، ہمارے سیکولر عناصر نے اس قوالی کا کوئی اثر نہیں لیا۔ اس قوالی پر تو برصغیر کے مسلمانوں کو حال آگیا تھا، جس کا نتیجہ قیام پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ ہمارے سیکولر عناصر پر قائد اعظم کے پاکستان کے حوالے سے اسلام کے بارے میں سینکڑوں تقریروں نے حال طاری نہیں کیا، البتہ ان کی اکلوتی 11 اگست 1947ء کی تقریر پر آج وہ مست نظر آتے ہیں، کیونکہ اس میں انہیں سیکولرازم کی موسیقی سنائی دیتی ہے۔ یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔

لگتا ہے کہ اس تقریر کو دستور کا حصہ بنانے کے پلان پر کام جاری ہے۔ امسال یوم آزادی کے موقع پر ایک قومی اخبار نے ایک سروے شائع کیا ہے، جس کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ 60 فیصد افراد نے قرارداد مقاصد کو قائد اعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر سے متصادم قرار دیا ہے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کہاں قائد اعظم کی واحد تقریر جو ان کی دوسری سینکڑوں تقاریر سے متصادم ہے اور کہاں قرارداد مقاصد جس کے ذریعہ مملکت خداداد پاکستان پر اللہ تعالیٰ کی حاکیت کو سپریم قرار دیا گیا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ قائد اعظم کی مذکورہ تقریر کا متن تو سروے کی اشاعت میں پورا کا پورا شامل کیا گیا ہے لیکن قرارداد مقاصد کے متن کو شائع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ قارئین ان دونوں کا موازنہ کرکے اس سروے کے پس پشت مقاصد کو سمجھ سکیں۔ مزید برآں، اس سروے میں کسی ایسی شخصیت کی رائے نہیں لی گئی جس کا کسی نہ کسی طور پر تحریک پاکستان سے عملی تعلق رہا ہو۔ اس طرح تو اپنے مقاصد کے حق میں نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے۔

قارئین! ذرا سروے میں کئے گئے سوالات ملاحظہ فرمائیں:

1) 16 مارچ 1949ء کو قرار مقاصد پیش کی گئی، جس نے مستقبل کے لئے اہم اساس فراہم کی۔ کیا اس وقت اس کی ضرورت تھی؟

الحمدللہ، رائے دینے والوں کی اکثریت نے اس کا مثبت جواب دیا۔

2) کیا قرارداد مقاصد 1949ء بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 11 اگست 1947ء کی تقریر سے متصادم تھی؟

میرے نزدیک تو یہ سوال ہی محل نظر ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے قرارداد مقاصد اللہ کی حاکیت کا اقرار ہے جو کہ ایک قرآنی حکم ہے۔ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ بار اس کا اعلان موجود ہے کہ ﴿ان الحکم الا للّٰہ﴾ ''حاکیت اعلیٰ تو فقط اللہ کا حق ہے۔'' بقول علامہ اقبال ۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

جبکہ قائد اعظم کا ارشاد جو اس تقریر کا حصہ تھا جو برجستہ کی گئی تھی یعنی پہلے سے مرتب شدہ نہیں تھی، ایک فرد کے ذاتی خیالات تھے، چاہے اس فرد کی حیثیت کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو۔ قائد اعظم نے اس تقریر میں آگے جاکر فرمایا تھا:

I cannot make any well considered pronouncement but I shall say a few things as they occur to me.

اس تقریر کے بارے میں وضاحت انہوں نے رائٹر کے نمائندے ڈنکن ہو پر کو دیئے گئے انٹرویو میں فرمائی تھی:

I have repeatedly made it clear specially in my opening speech to the constituent assembly that the minorities in pakistan would be treated as our citizens and will enjoy all the rights and previliges that any community gets. Pakistan shall persue that policy and do all it can to create a sense of security and confidence in the non-muslim minorities.

البتہ وہ اقلیتوں کے اعتماد کے حصول میں اتنا آگے بڑھ

گئے کہ انہوں نے مذہب کو ریاستی امور سے خارج کر کے اسے فرد کی انفرادی ضرورت قرار دے دیا۔ یہ وہ بس کی گانٹھ ہے، جس پر ہمارے ہاں کے سیکولر عناصر نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر برجستہ تقریر تھی جس میں اس قسم کی غلطیوں کا امکان رہتا ہے۔ ہمارے ایک دوست محترم عثمان حسن خان جو اس موضوع پر کام کر رہے ہیں بجا طور پر فرماتے ہیں کہ غور کی بات یہ ہے کہ غلطی ان کی سینکڑوں تقاریر میں ہوئی جس میں انہوں نے پاکستان کے قیام اور اسلام کے حوالے سے باتیں کیں یا اس ایک تقریر میں جس میں ایک ایسی بات آ گئی جو سیکولرازم طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ کوئی بھی ذی شعور فرد یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ سینکڑوں تقاریر میں غلطی ممکن ہے، ایک میں نہیں۔

آیئے، ہم اپنے موضوع کی طرف واپس چلتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کے کسی حکم پر مشتمل قرارداد کو کسی فرد کے خیالات سے متصادم قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ اس کے برعکس قائداعظم کی اس تقریر کے ایک جملہ کے ایک جز کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرارداد مقاصد سے مطابقت نہیں رکھتا۔ میں یہ لکھنے پر کیوں مجبور ہوا ہوں کہ مذکورہ سروے بظاہر اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے کیا گیا ہے، جس کے تحت قائداعظم کی مذکورہ تقریر کو دستور کا حصہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمارے ایک معروف دانشور منو بھائی نے اس سروے میں جو رائے دی ہے، وہ میرے اس خیال کو تقویت پہنچاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 1949ء کی قرارداد مقاصد کی بجائے دستور ساز اسمبلی میں قائداعظم کے 11 اگست 1947ء کے خطاب میں موجود قرارداد کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ایک سینئر جج نے جنہیں سپریم کورٹ کے موجودہ چیف جسٹس کی غیر فعالیت کے زمانے میں مختصر عرصے کے لئے ان کے قائم مقام کی حیثیت حاصل رہی ہے، ایک موقع پر فرمایا کہ اس قرارداد مقاصد پر اتفاق رائے ہونا مشکل نظر آ رہا تھا اور جب یہ آئین ساز اسمبلی میں پیش کی گئی تو مشرقی پاکستان کے ایک رکن اسمبلی نے اس کی مخالفت کی تھی۔ میں نے اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی سنا ہے کہ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ سے وابستہ کسی فرد نے یہ بھی کہا تھا کہ آج دنیا کے سامنے ہمارے سر شرم سے جھک گئے۔ ایسا انہوں نے اس لئے کہا ہوگا کہ دنیا میں تو سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا ہے۔ قرارداد مقاصد نے پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کے ذریعے پوری دنیا کے باطل نظاموں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ آج اگر قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو دستور کا حصہ بنانے کی کوشش ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو جو بدقسمتی سے اب تک وطن عزیز میں نافذ نہیں ہو سکا، سیکولرازم کے آگے سرنگوں کرنا ہے۔

آج یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ قرارداد مقاصد میں ترمیم ہو سکتی ہے کیونکہ معاشرے کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ عوام اس میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ اس بات کی زد کہاں پڑتی ہے۔ یہی نا کہ معاشرتی ارتقاء کے نتیجے میں اللہ کی حاکمیت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (نعوذ باللہ من ذلک) جن لوگوں نے اس وقت یہ کہا تھا کہ اسمبلیوں کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو اسے برقرار رکھیں، اسے بہتر کریں یا اس میں ترمیم کریں یا یہ کہ قرارداد مقاصد چند پالیسی اصول کے سوا کچھ نہیں، بظاہر انہیں کی کوششوں سے قرارداد مقاصد کو دستور میں دیباچے کی صورت دے دی گئی تھی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم لگتا ہے حکمرانوں کی اس چال کو سمجھ گئے تھے جبھی تو انہوں نے اس قرارداد کو ایک ایسی بارش سے تشبیہ دی تھی کہ جس سے قبل کوئی گھٹا اٹھی اور نہ اس کے بعد زمین میں کوئی روئیدگی برآمد ہوئی۔

ضیاء الحق مرحوم کی کوششوں سے اس قرارداد کو دیباچے سے نکال کر اسے ایک operative clause کی شکل ضرور دے دی گئی تھی لیکن قانون دان بہرحال قانون دان ہوتا ہے۔ جسٹس سید نسیم حسن شاہ مرحوم نے اپنے ایک فیصلے میں دستور میں شامل قرارداد کی شق کو دستور کی دیگر شقوں کے مساوی قرار دے کر اس کو غیر مؤثر بنا دیا تھا۔ یہ تو اپنے اپنے نصیب کی بات ہے کہ ایک چیف جسٹس نے قرارداد مقاصد کی شق کی امتیازی حیثیت ختم کر دی اور ایک چیف جسٹس سید تنزیل الرحمٰن نے فیڈرل شریعت کورٹ کے ایک فیصلے کے ذریعے ہر قسم کی بینکاری کو سودی قرار دے دیا تھا۔

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

جو مذہبی سیاسی جماعتیں انتخابی سیاست کے ذریعہ وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو نافذ کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہیں ان کے لئے اس میں ایک سبق ہے کہ جمہوری نظام میں بالادستی صرف اور صرف پارلیمنٹ کی ہوتی ہے اور کوئی بھی پارلیمنٹ اپنی اس بالادستی سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی حلقوں کے اصرار کے باوجود کہ قرآن و سنت کی حقیقی بالادستی ہر سطح پر قائم کرنے کے دستور میں ترمیم کی جائے، ایسا نہ ہو سکا اور مذہبی سیاسی جماعتوں کے پاس اتنا ووٹ نہیں کہ وہ دستور میں کوئی ترمیم کر سکیں۔ مقام افسوس یہ ہے کہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) سید معین الدین حیدر نے اس سروے میں اپنی رائے دیتے ہوئے کہا ہے کہ بہت سی دینی اور مذہبی جماعتوں کا سیاست میں آ جانا اور مسلکی بنیادوں پر پارٹی بنانے سے فرقہ واریت اور بنیاد پرستی کو فروغ حاصل ہوا اور ہم غیر ضروری جھگڑوں میں پڑ گئے۔ گویا علاقائیت اور لسانی بنیادوں پر جو جھگڑے پیدا ہوئے وہ تو غیر ضروری نہیں ہیں، جبکہ دوسری انتہا پر ناصرہ جاوید اقبال جو اتفاق سے علامہ اقبال کی بہو ہونے کا شرف رکھتی ہیں کی رائے ہے کہ ہر شخص کا مذہب ہے۔ مذہب کے نام پر سیاسی جماعتوں کو کالعدم قرار دینا چاہئے۔ مذہبی سیاسی جماعتوں کے لئے یہ آراء لمحہ فکریہ ہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ متوسط راجپوت فیملی کی نیک سیرت، خوبصورت 27 سالہ بیٹی MSC پنجاب یونیورسٹی کے لیے نیک سیرت، تعلیم یافتہ لڑکے کے والدین رجوع کریں۔
برائے رابطہ: 0321-4430320

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ صدیقی اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 24 سال، تعلیم میٹرک، خوب سیرت سماجی کارکن اور کالم نگار، برسرروزگار کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ:
0323-4777954 ،0321-5551869

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی ایس (ہانرز) صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار، تعلیم یافتہ گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:
0322-4654511،(042)35181110

نفاذِ اسلام کے عظیم داعی

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ اور اُن کے جانشین

ضمیر اختر خان

اسلامی نظام کے عظیم داعی، یادگار اسلاف، مجاہد ملت اسلامیہ، بطل حریت کشمیر، ولیٔ کامل، استاذ الاساتذہ اور شیخ الحدیث دارالعلوم، پلندری آزاد کشمیر حضرت مولانا محمد یوسف کشمیری رحمہ اللہ داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے دارِ فانی سے دارِ بقاء کی جانب رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میرے علم کے مطابق مولانا رحمہ اللہ عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کی آزاد کشمیر میں اغلبًا آخری نشانی تھے۔ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے باعث جو خلا واقع ہوا ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد سعید یوسف مدظلہ العالی کو اسے پر کرنے کا ذریعہ بنائے۔ وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز۔ مولانا مرحوم ومغفور ایک اعلیٰ علمی مقام کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محقق استاد بھی تھے۔ جن لوگوں نے ان سے استفادہ کیا ان کی علمیت سے مولانا کے تبحر علمی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ منبر ومحراب ہو یا درس وتدریس، سیاسی سرگرمیاں ہوں یا بحث و جدال، ردِ قادیانیت ہو یا رد بدعات ورسومات مولانا رحمہ اللہ ہمیشہ اپنا موقف مدلل اور قرآن وحدیث سے مزین اور عقل ومنطق کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر پیش فرماتے تھے، جس سے فریق مقابل قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

یوں تو مولانا کی زندگی کا ایک ایک گوشہ قابل تقلید ہے مگر مجھے ان کی نفاذ اسلام کے حوالے سے مختلف کوششوں نے بہت متاثر کیا۔ ان کی حمیت حق کا مظاہرہ اور نفاذ عدل کا انوکھا انداز اس وقت سامنے آیا جب ارباب حل وعقد نے ان کا مطالبۂ قیام عدالت شرعیہ نہ مانا تو انہوں نے حکومت وقت کے عدالتی نظام کے متوازی شرعی عدالتیں قائم کر کے شریعت اسلامیہ کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ بعدازاں اسلام کے نظام عدل کے بارے میں ان کی مساعی آزاد کشمیر میں کام بھی آئیں۔ چنانچہ عدالتوں میں قاضیوں کا تقرران کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ اس پہلو سے انتہائی متاثر کن طرزِ عمل اس وقت سامنے آیا جب قاضیوں کی تعیناتی کے ضمن میں انہوں نے خود امیدوار بننے کی بجائے دوسروں کو ترجیح دی۔ وہ چاہتے تو ہر حکومت انہیں ان کے شایانِ شان عہدہ دے سکتی تھی اور وہ وزارت مذہبی امور یا اسلامی نظریاتی کونسل کی سربراہی کے بدرجۂ کمال اہل بھی تھے لیکن انہوں نے پوری زندگی درویشانہ انداز میں گزاری۔

آزادیٔ کشمیر کے حوالے سے ان کا موقف صدفی صد درست تھا کہ آزادی برائے آزادی نہیں بلکہ آزادی برائے نفاذ اسلام ہو۔ اللہ کرے کہ مقبوضہ کشمیر کی حریت قیادت حضرت کے اس موقف سے اتفاق کر لے۔ پھر دیکھئے، کشمیر کیسے آزاد ہوتا ہے۔ اب تک کی آزادیٔ کشمیر کی جدوجہد ایک قوم پرستی کی تحریک لگتی ہے۔ سید علی گیلانی کا یہ جملہ اگرچہ حوصلہ افزا ہے جو چار برس قبل انہوں نے کہا تھا کہ ’’شاید ابھی ہم اس اخلاقی معیار کو نہیں پہنچے کہ جہاد کامیابی سے ہمکنار ہو۔‘‘ حقیقت یہی ہے کہ ہم نے دنیا کو دیکھا دیکھی آزادی کی تحریک کو قوم پرستی کا رنگ دے دیا ہے۔ شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آزادی کی منزل کیا ہو تو انہوں نے برجستہ جواب دیا ’’کشمیر ایک وحدت اور ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے۔ وہ پوری اکائی آزاد ہو اور یہاں اسلام کا نفاذ ہو۔ یہی ہماری منزل ہے‘‘۔ ان کے نزدیک جمعیت علماء اسلام کے قیام کا مقصد بھی کشمیر کی آزادی اور نفاذ اسلام تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ روح اسلام کے عین مطابق حضرت شیخ ہمیشہ نفاذ وغلبۂ اسلام کے لیے کوشاں رہے تو بے جا نہ ہوگا۔

اب ان کے جانشین مولانا محمد سعید یوسف مدظلہ سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ اپنے والد ماجد و مرشد ومربی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی تمام توانائیاں آزاد کشمیر میں درس وتدریس وتبلیغ وارشاد کے ساتھ ساتھ شرعی نظام کے مکمل نفاذ کے لیے وقف کریں گے۔ وہ اس کے اہل بھی ہیں اور بجا طور اپنے والد کے مشن کی تکمیل میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک ان کی مدد فرمائے اور انہیں یہ سانحہ برداشت کرنے کی ہمت وطاقت عطا فرمائے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ مولانا صاحب کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین۔ میں نے چند سال قبل مولانا محمد سعید یوسف کو رنگلہ، تحصیل دھیر کوٹ کی جامع مسجد میں خطاب جمعہ کرتے ہوئے پہلی بار سنا تھا۔ ان کی پر مغز تقریر، خالص عربی لہجے میں خطبۂ جمعہ اور جمعہ کی نماز میں لحن عرب میں تلاوت قرآن نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ بعدازاں اپنے فاضل بھائی و دوست مولانا سلیم اعجاز صاحب نے بتایا کہ مولانا موصوف نے ماشاء اللہ عرب علمائے کرام سے حجاز مقدس میں کئی سال تک تحصیل علم کے ساتھ ساتھ لغت قرآن وحدیث یعنی عربیٔ مبین میں مہارت تامہ حاصل کی ہے۔ اللّٰھم زدفزد۔ مجھے اس وقت اُن کی شخصیت میں مصلحانہ صفات کی جھلک نظر آئی اور ایک امید پیدا ہوئی کہ شاید اللہ اُنہی سے سرزمین آزاد کشمیر میں اقامت دین اور نفاذ شریعت کے حوالے سے کام لے گا۔ جس طرح اُن کے والد گرامی نے تعلیم وتعلم کے ساتھ نفاذ شریعت کی راہیں ہموار کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا اور آزاد کشمیر کے عدالتی نظام میں شریعت کا عمل دخل کسی درجے میں ہوا، اسی طرح اُن سے بھی توقع ہے کہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بھرپور کردار ادا کریں گے۔ اس ضمن میں مزید پیش رفت کی ضرورت ہے۔

نفاذ شریعت کے حوالے سے اُن پر یہ تو عیاں ہو گا کہ علم دین کو پھیلانا، رجال دین کی تیاری، علمائے کرام کا سیاست میں عمل دخل، دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں اور ختم نبوت کا عملی تقاضا یہ ہے کہ دین اسلام بالفعل قائم ونافذ کیا جائے۔ یہ حقیقت بھی اُن سے مخفی نہیں ہوگی کہ دنیا اس وقت کسی ایسے نظام کی تلاش میں ہے جس میں انسانیت کے تمام دکھوں کا مداوا ہو۔ یہ وقت بندوں کو

بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر رب العباد کی بندگی میں لانے کا ہے۔ دنیا گزشتہ چند صدیوں میں مختلف تجربات کر چکی ہے۔ اشتراکیت کا ڈرامہ دکھایا جا چکا۔ سرمایہ داری کا کھیل بھی کھیلا گیا۔ جمہوریت کے گل بھی کھل چکے۔ آخر دنیا کو کب تک یوں ہی تجربات کی بھینٹ چڑھایا جاتا رہے گا؟ کیا دنیا والوں کا ہم مسلمانوں پر یہ حق نہیں ہے کہ جو دین ان کی نجات کے لیے نبی آخر الزماں ﷺ کے توسط سے ملا اس کو عملاً نافذ کر کے ان کو متبادل پیش کیا جائے، تاکہ وہ اس کو اختیار کر کے اپنی انسانیت بحال کر سکیں؟ میں مولانا صاحب کی خدمت میں اس موقع پر دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم کے خط سے اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے میرا مدعا سمجھنے میں ان شاء اللہ آسانی ہوگی۔ یہ طالب علم مولانا حکیم ڈاکٹر عبد العلی تھے جنہوں منجملہ اور اہم کاموں کے اس بات کا برملا اظہار کیا تھا کہ ”تذکیر و تعلیم ہمیشہ سے ضروری رہی ہے اور جتنا رسول ﷺ سے بعد زمانی بڑھتا گیا ہے اسی قدر زیادہ ضروری ہوتی گئی ہے۔ لیکن یہ اصول کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہی تذکیر مفید ہو سکتی ہے جس کی جانب مخاطب کا نفس متوجہ کیا جا سکے“۔ پھر فرماتے ہیں کہ ”عوام بلکہ خواص کے نفوس بھی امور حاضرہ دنیاوی کی جانب آسانی سے متوجہ ہو جاتے ہیں کہ تقاضائے فطرت ہے۔ اس لیے حکمت الٰہی اس کی مقتضی ہوئی کہ اس امت کے لیے جس کو بلوائے

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:110)

ہدایت کا کام سپرد کیا گیا تھا، غلبہ و تفوق فی الارض و علو بھی لازم کر دیا گیا۔ نہ اس لیے کہ ”اکراہ فی الدین“ ہو بلکہ اس لیے کہ نفوس امم اس امت کی تقلید پر آمادہ ہو جائیں اور ان کی تذکیر پر توجہ کریں، کیونکہ اہل دنیا جن کے نزدیک دنیا ہی سب سے بڑی چیز ہے، کسی کا دنیاوی غلبہ دیکھ کر اسے ہر امر میں اپنے سے بہتر سمجھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ اس کے مذہبی و ذہنی تفوق پر بھی ایمان لے آتے ہیں (جیسا کہ مغربی تہذیب کے غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں کا آج معاملہ ہے)۔“

محترم القام مولانا سعید یوسف صاحب آپ کے والد ماجد، اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اسی عظیم دینی درس گاہ کے فیض یافتہ تھے جس کے ایک طالب علم کے فہم دین کا اظہار متذکرہ بالا اقتباس میں کیا گیا ہے۔ کیا ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے فضلائے کرام کے نظریات وخیالات بھی اسی فکر کے حامل ہیں یا کہ ان کے پیش نظر کچھ اور ہوتا ہے؟ کیا آپ اس حقیقت سے انکار کریں گے کہ فی الوقت ہمارے طلباء انتہائی محدود سوچ کے ساتھ دینی مدارس سے نکلتے ہیں؟ ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ غم روزگار اور تلاش معاش میں وہ ”ملا کی دوڑ مسجد تک“ کا مصداق کامل بنے ہوئے ہیں حالانکہ انہوں نے صداقت و عدالت و شجاعت کا سبق پڑھ کر دنیا کی امامت کا منصب سنبھالنا تھا۔ آپ ماشاء اللہ اب اس مسند پر بیٹھیں گے جس پر حضرت العلام مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ عرصۂ دراز تک جلوہ افروز رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس عالی منصب کا حق ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ ہماری دعائیں اور تعاون آپ کے ساتھ ہے۔ آزاد کشمیر میں اقامت دین اور نفاذ شریعت محمدی ﷺ کا ہدف اپنے سامنے رکھ کر جدوجہد کا آغاز کریں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین یا رب العلمین۔

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

حصہ اول: سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ مع تعارف قرآن
صفحات: 360، قیمت 450 روپے

حصہ دوم: سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ
صفحات 321، قیمت، 400 روپے

عمدہ طباعت ❁ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ❁ امپورٹڈ پیپر

ملنے کے پتے

انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا، پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور، فون: (091)2584824,2214495

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-(042)35869501

خلافت کے خلاف جنگ کے لیے ذہن سازی

ترجمہ: محمد فہیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

اگر چہ اسلام کو کمزور کرنے کے لیے دُنیا تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی مگر پھر بھی یہ تیز رفتاری ان لوگوں کے ٹائم ٹیبل کے مطابق نہ تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ ثانی اور ''آسمانی بادشاہت'' کو قائم کرنے کا بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔ دوسری طرف افغانستان میں طالبان کے جاری تجربہ میں مسلمانوں کی دلچسپی بڑھتی جارہی تھی۔ چنانچہ سماجی ماہرین، کاروباری حضرات، رفاہ عامہ کے کارکن، سائنسدان الغرض ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ افغانستان کی از سرِ نو تعمیر اور اسلامی معاشرہ اور ریاست کی تشکیل میں اخلاص دل سے طالبان کی مدد کے لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ چیزیں ایسی تھیں جو ایک بین الاقوامی اسلامی تحریک کو جنم دینے کے امکانات کو بڑھا رہی تھیں۔

صرف یہ بات نہ تھی کہ طالبان کے خلاف ایک بے رحمانہ پروپیگنڈا مہم جاری تھی بلکہ کچھ اور قسم کے غیر معمولی اقدامات بھی نہایت مہارت کے ساتھ کیے جارہے تھے جو نوع انسانی کے اجتماعی ذہن کو خوف، دہشت اور عدم تحفظ کے احساس سے مفلوج کر سکتے ہوں۔ یہ وہی کچھ ہے جو نائن الیون کو امریکہ میں دیکھا گیا۔ نتیجے کے طور پر اس کے حل کے لیے جارحانہ جنگ تجویز کی گئی اور عوام الناس نے اسے کھلے دل سے قبول کیا۔ اس نے ان اسلام خائف قوتوں کے ایجنڈے کو راتوں رات زبردست تحریک دے کر آگے بڑھایا۔

ایک بڑی تعداد میں امریکی تجزیہ کار اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ذہن کو ماؤف کرنے والی نائن الیون کی وحشیانہ کارروائی ایک درونِ خانہ معاملہ تھا۔ یہ درحقیقت اس آخری صلیبی جنگ کی ابتدا تھی جس کے ذریعے بنی نوع انسان کو ذہنی، جذباتی، روحانی اور جسمانی طور پر پابہ جولاں کیا جا سکے۔ امریکہ میں مسندِ اقتدار پر براجمان لوگ جنھوں نے نائن الیون کا ڈرامہ رچایا، یقیناً مذہبی حوالے سے تحریک لئے ہوئے تھے۔ ان کے مذہبی جذبہ نے انھیں آخری صلیبی معرکہ کے لیے اپنے لوگوں کا خون بہا کر اور اپنی املاک کو تباہ کرنے پر اُکسایا۔ ان کی نگاہوں میں جنگ شروع کرنے کے لیے جو کچھ جھونک دیا گیا، اس کا پورا جواز موجود تھا کیونکہ اس سے انہیں وہ چیز حاصل ہوگی جو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ تیل ہی اس مذہبی جنونیت کی اصل وجہ تھی۔ لیکن اصولاً صحیح دماغ رکھنے والے لوگ کبھی بھی تیل یا دیگر وسائل کے حصول کے لیے اس حد تک نہیں جائیں گے۔ جیسے جیسے نام نہاد ''آزاد دُنیا'' مل کر ''دہشت گردی'' کے خطرہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کا جواز بنائے گی مزید اموات اور تباہی ہوگی۔ مسلمانوں کو قرآن کے مطابق زندگی گزارنے نہ دینا، اس وجہ سے ہے کیونکہ قرآن حکیم میں موجودہ بے انصافی، استحصال اور عدم مساوات والے نظام کے برعکس ایک عادلانہ، سماجی، سیاسی اور اقتصادی نظام کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ ان صلیبیوں کے نقطہ نگاہ سے جو چیز بھی موجودہ نظام (Status quo) کی ہیئت کو تبدیل کرنا چاہتی ہے یا ان لوگوں کی راہ میں حائل ہوتی ہے جو عیسائیت کی تعلیمات کے مطابق ''اللہ کی بادشاہت'' قائم کرنا چاہتے ہیں، اسے ضرور بیخ و بُن سے اکھاڑنا چاہیے۔

نائن الیون کی سٹیج کردہ تباہ کاری کے بعد خبروں اور تبصروں کی جو ترتیب وضع کی گئی ہے، اس سے اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کی پیش گوئی با آسانی کی جا سکتی ہے۔ اس طرح سٹیج کردہ انتشار کے لمحوں کے دوران جو کچھ ہمیشہ وقوع پذیر ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہونے والے واقعات کے جو خاکے سامنے آتے ہیں وہ ہر دفعہ یکساں نوعیت کے ہوتے ہیں۔ کسی سٹیج کردہ دہشت گردانہ حملہ کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ایک ''قربانی کا بکرا'' تیار کیا جاتا ہے جو اس جرم کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور اس طرح عوام الناس کی توجہ کسی ''خطرناک سوچ'' سے ہٹا کر پہلے سے متعین کردہ ہدف کی طرف موڑ دی جاتی ہے۔

تباہی کے ظہور پذیر ہونے کے فوری بعد اسامہ کا نام لیا جانے لگا۔ جیسا کہ باب پنجم میں بیان کردہ تفصیل سے ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس بات پر یقین کرنے سے خود یقین کرنے والے کی عقل وفہم پر حرف آتا ہے، اگر وہ یہ خیال کرے کہ افغانستان کے پہاڑوں میں روپوش کوئی شخص (جس کی زبان ہاتھ سے لمبی ہے، یعنی باتیں عمل سے زیادہ ہیں) اس خوفناک آپریشن کا مرکزی کردار ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی پارسل بم کی کہانی تو نہیں! چار کمرشل جہازوں کو بیک وقت امریکہ کی فضا میں امریکہ کے ہوائی اڈوں میں سے ہوکر 45 منٹ کے اندر کارروائی کرنے کے لیے خصوصی طور سے متعین کردہ اہداف پر پہنچانے کے لیے اغوا کا معاملہ ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ ناممکن ہے۔ یہ صرف اس لیے ممکن ہوا کہ امریکہ کے اندر اعلیٰ عہدوں پر فائز امریکی حکام اور انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والی قوتوں نے نہایت مہارت اور باریک بینی کے ساتھ اِسے ترتیب دیا۔

باب پنجم میں بیان کردہ شہادت کے مطابق نائن الیون کی دہشت گردی کی وقوع پذیری کی کامیابی میں امریکی انٹیلی جنس کی ناکامی کبھی بھی وجہ نہیں ہوسکتی۔ سی آئی اے اور دوسری ایجنسیوں کو یہ مطلوب ہی نہیں تھا کہ وہ اس سازش کو بے نقاب کریں۔ جہازوں پر اسلحہ لادنا کیونکر مشکل ہوسکتا ہے جب ان لوگوں کی امداد و تائید حاصل ہو جو اس سسٹم کو کنٹرول کرتے ہوں۔ بُش کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ڈائری میں لکھا: ''21 ویں صدی کا پرل ہاربر آج وقوع پذیر ہوا''۔ ہمیں بتایا گیا کہ ایک اور ''پرل ہاربر'' ہے، اور ہاں یہ ہے۔ ہم کئی کتابوں میں یہ واقعات پڑھ سکتے ہیں جیسے کہ کتاب "And The Truth shall Set You Free" اور دوسری کتابیں ہیں۔ امریکی حکومت خوب جانتی تھی کہ جاپانی فوج پرل ہاربر پر حملہ کرنے والی ہے لیکن اُس نے مدافعت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ کیوں؟

اس لئے کہ امریکی ایک خاص مقصد کے تحت یہ حادثہ وقوع پذیر ہونے دینا چاہتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ امریکہ کو دوسری جنگ عظیم میں کود پڑنے کا جواز مل سکے۔ جبکہ صدر فرینکلن ڈی روزویلٹ نے (جو "بشوں" کا نسبی رشتہ دار ہے) صرف منتخب ہونے کے لیے جھوٹ بولا تھا کہ امریکہ اس جنگ میں ملوث نہیں ہوگا۔

نائن الیون کے دہشت ناک واقعہ نے امریکہ کے ظاہر اور خفیہ وار لارڈز کے لیے ہر اس شخص کے خلاف "جوابی کارروائی" کا جواز مہیا کر دیا، جو چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی نظام کی بنیاد پر متحد کرے

حملوں کے فوری اثرات کے طور پر یہ مہم شروع کی گئی کہ اسے اسامہ کے ذمے ڈالو اور طالبان کو اکھاڑ پھینکنے کی راہ نکالو۔ یہ بات پہلے سے طے کی گئی تھی۔ مثلاً ری پبلکن اُرین ہیچ نے دوپہر کے وقت سی این این کے ذریعے اعلان کیا کہ اسے ایف بی آئی کی اعلیٰ قیادت سے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان غیر معمولی حملوں کے پیچھے اسامہ کا ہاتھ ہے۔ بریفنگ کے دوران ہیچ نے کہا "میرے پاس ضرور کچھ اطلاع ہے"۔ "اُس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسامہ بن لادن کا منظور کردہ پلان ہے۔ وہی ان حملوں کے پیچھے ہے"۔

سوال یہ ہے کہ ان دہشت ناک واقعات سے کس کے مقاصد پورے ہوئے؟ اس کا جواب بہت آسانی سے دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے، ان حملوں سے اُن لوگوں کے مقاصد ہوئے، جو افغانستان پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ تعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ امریکی وار لارڈز کے خلاف اس بات کے کافی شواہد موجود ہیں کہ وہ نائن الیون سے بہت پہلے افغانستان پر جارحانہ حملہ کی منصوبہ بندی کر چکے تھے۔ نائن الیون کے دہشت ناک واقعہ نے ان ظاہر اور خفیہ وار لارڈز کے لیے ہر اس شخص کے خلاف "جوابی کارروائی" کا جواز مہیا کر دیا، جو چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی نظام کی بنیاد پر ایسا متحد کرے کہ ان کی ایک فوج، ایک ہی خارجہ پالیسی اور ایک ہی نظام حکمرانی ہو۔ طالبان کو شیطان کے لقب سے نوازا گیا۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ غیر ارادی طور پر مسلمانوں کو اسی طرف لے جارہے تھے۔ ان صلیبیوں کے نقطہ نظر سے طالبان کو جائز طور پر سزا دی گئی ہے۔ دُنیا نے خاموشی اختیار کر کے طالبان پر ہونے والے مظالم اور افغانستان پر امریکہ کے ناجائز قبضے کو جواز عطا کیا ہے۔ اب کیا کسی میں اتنی جرأت ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد اور اسلام کے قیام کا سوچ بھی سکے جو کہ قرآن مجید کا حکم ہے؟۔ آپ ذرا یہ جرأت کریں گے، صلیبی اسی وقت آپ تک پہنچ جائیں گے۔ "خلافت ناقابل برداشت ہے" یہ موجودہ قبضہ کے جواز کے لیے ایک اچھا بہانہ ہے۔

"آزاد دُنیا امریکہ کی معیت میں" جیسا کہ ٹونی بلیئر اور دوسرے "عالمی لیڈروں" کی آواز ہے، ان صلیبیوں کا ایک کوڈ ہے جو ایک فوج اور پولیس فورس کے ساتھ ایک عالمی فوج کی حیثیت سے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے لیے تیار ہیں اور یہ جنگ ان لوگوں کے خلاف لڑی جارہی ہے جو مسلمانوں کے لیے خود اختیاری اور خودمختاری کی آواز بلند کر رہے ہیں۔ نیٹو نے اس جنگ میں بھرپور مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اجتماعی ضمیر کو ماہرانہ انداز سے رام کیا جارہا ہے، تاکہ لوگوں کی اکثریت امریکہ اور نیٹو کے دہشت گردانہ حملوں کی تائید کرے۔ یہ حملے ان غیر محفوظ اہداف کے خلاف دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے کئے جائیں گے۔ واحد مقصد یہ ہوگا کہ "اسلامی خلافت" کے لیے جو خواب دیکھا جارہا ہے اُس کا توڑ کیا جائے۔ بُش اور اس کے حواریین کے بیانات میں اب بھی یہ بات نمایاں رہتی ہے۔ نائن الیون کے بعد عوام کی اکثریت کی ذہنی حالت اس طرح تبدیل کی جاچکی ہے کہ اس پالیسی میں جو حیران کن تضادات ہیں وہ ان کو نظر ہی نہیں آتے۔

صلیبی جنہوں نے جھوٹ اور دھوکہ دہی کو بروئے کار لاکر افغانستان پر حملہ کیا، اِس سے ان کو بڑا حوصلہ ملا۔ انھوں نے مزید جھوٹ سے کام لیا، تاکہ اپنی صلیبی جنگ کو عراق کے اندر پھیلائیں۔ جوں جوں اس طرح کی جنگی مہارت پھیلتی ہے توں توں عسکری قوت کو مرکزی دائرہ میں لانے کے لیے دباؤ بھی بڑھتا جاتا ہے اور امریکی عوام اور اس کے اتحادیوں میں اس امر پر راضی ہونے کا رجحان مزید بڑھ جاتا ہے کہ وہ اس قوت سے حکومت کے حق میں دست بردار ہوں۔ اور نام نہاد مرکزی دھارے کا میڈیا اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ متحدہ امریکہ بمقابلہ جہادی عناصر، آزاد جمہوری دُنیا بمقابلہ تاریکی (جہالت) کی قوتیں برسرپیکار ہیں، وہ "تاریکی کی قوتیں" جو "اسلامی خلافت" کو قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

یہی چیزیں ہمیں نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ میں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ یہ امر امریکی اور اتحادی ممالک کے عوام کے ذہنوں میں اس بات کو راسخ کرتا ہے کہ اُن کی حکومتیں حقیقت سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے جنگ میں مصروف نہیں بلکہ جنگ کی وجہ وہ طالبان ہیں جو اسلامی شریعت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ امریکہ "فتنہ انگیزوں" کو کامیاب ہونے نہیں دیتا، اس لیے کہ مسلم دُنیا میں طالبانائزیشن کا خطرہ بڑھ جائے گا۔ یہ فتنہ پرور عورتوں پر ظلم کریں گے اور خواتین کے حقوق کو سلب کرلیں گے۔ اس پروپیگنڈا نے ایک ایسی عالمی فوج کی تشکیل کی راہ ہموار کی ہے جو کسی بھی مسلم ملک جو ان صلیبیوں کی منشا کے مطابق چڑھ دوڑے گی اور اس پر قبضہ کرے گی۔ (جاری ہے)

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کے ناظم رابطہ جناب عبدالرؤف رزاق کی والدہ کا انتقال ہوگیا
- قرآن اکیڈمی لاہور کے قاصدین عبدالغفور اور محمد خلیق کی پھوپھی وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتك
وحاسبھما حساباً یسیراً

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-501...

distancelearning@tanzeem.org

> ''فیصلے کرنے والوں سے کہو کہ مصلحت چھوڑ کر جلد فیصلے کردیں ورنہ اگر اللہ نے اپنے فیصلے کرنے شروع کردیے تو بہت نقصان ہو جائے گا''

مہلت بہت کم ہے!

اوریا مقبول جان

میں گزشتہ چند دنوں سے حالتِ خوف میں ہوں۔ اپنے اللہ سے التجا کررہا ہوں کہ میری اس نادانستہ بھول کو معاف فرمادے۔ ایک پیغام مجھے دیا گیا تھا آج سے دو ہفتے قبل اور کہا گیا تھا کہ اسے لکھ دو کہ اتمام حجت ہو جائے اور وہ جنہیں یہ کام کرنا ہے کر گزریں کہ ان کی سست روی اور لیت ولعل اللہ کے غصے کو اور آواز دے رہی ہے۔ مجھ سے ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ میرے جیسے گناہ گار اور دنیا میں اُلجھے ہوئے شخص پر اللہ کا کرم ہے کہ اُس خداوندِ قدوس نے جن لوگوں کو بصیرت عطا کی ہے اور رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہوتا ہے'' کے مصداق لوگوں کے اجتماعی اعمال سے اللہ کی ناراضی اور خوشی کی کیفیت جان لیتے ہیں، ایسے لوگ سر راہ آنکلتے ہیں، مجھے فون کردیتے ہیں، پیغام پہنچا دیتے ہیں اور پھر میری ایک ذمہ داری بھی لگا جاتے ہیں کہ میں ان کی فکرمندی اور تشویش کو لوگوں تک پہنچادوں کہ اللہ نے مجھے قلم اور اس کے ذریعے آپ تک پہنچنے کا وسیلہ عطا کررکھا ہے۔ ورنہ مجھ میں کوئی کمال نہیں۔ میں اپنے اندر جھانکتا ہوں تو سوائے ندامت، پشیمانی گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ یہ صاحبانِ بصیرت اور اہلِ نظر تھے جو گزشتہ دو سال سے مجھے حکم دیتے آرہے تھے کہ لکھو، اللہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے اُس کی جانب رجوع کریں۔ اجتماعی استغفار کریں۔ لیکن یہ تحریر اور صدا ویرانے میں ایک بے اثر آواز ہی ثابت ہوئی۔ اس کا تمسخر اُڑایا گیا۔ اللہ کے غصے اور غضب کو اور آواز دی گئی۔ صاحبانِ بصیرت کی پریشانی بڑھی تو انہوں نے سورۃ الانعام کی 65 ویں آیت کے مطابق کہ جس میں اللہ اپنی ناراضی کی علامتیں بتاتے ہوئے فرماتا ہے کہ ''کہو کہ وہ قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کردے، تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کرکے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزا چکھادے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کررہے ہیں شاید حقیقت سمجھ لیں۔''

''اللہ کی بتائی ہوئی ناراضی کی علامتوں کے مطابق ان صاحبانِ بصیرت نے وقت سے پہلے خبردار کیا کہ ایک بہت بڑا سیلاب اُمڈ کر آرہا ہے، تم ایک دوسرے کو قتل کرکے عذاب کا مزا چکھنے والے ہو، سیلاب آیا اور ہم نے اس عذاب کی نشانی کا جی بھر کے تمسخر اُڑایا۔ ''غریبوں پر کیوں آتا ہے''، ''کچے مکان ہی کیوں گرتے ہیں''۔ کارٹون چھپے، جس میں ڈوبتے لوگوں پر ایک مولوی دھاڑ رہا ہے، یہ سب تمہارے گناہوں کی سزا ہے۔ کسی کو علم تک نہ تھا کہ جو سیلاب سے بچ گئے ہیں، ان کو مہلت ملی ہے کہ لوٹ آئیں ورنہ پاؤں کے نیچے سے آنے والا عذاب ان کا منتظر ہے۔ ایسے میں وہ جو اللہ کے غیض وغضب کا اندازہ کرسکتے تھے، پریشان تھے، ان میں سے ایک صاحب آج سے دو ہفتے قبل میرے پاس تشریف لائے، کچھ دیر بیٹھے رہے، گفتگو صرف یہ تھی کہ اگر قوم اجتماعی توبہ نہیں کرتی، تو کم از کم انصاف کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے عدل قائم کردیں تو شاید اللہ کی ناراضی کم ہوجائے۔ اُٹھے اور جاتے ہوئے ایک چھوٹے سے کاغذ پر ایک تحریر لکھ گئے ''فیصلے کرنے والوں سے کہو کہ مصلحت چھوڑ کر جلد فیصلے کردیں ورنہ اگر اللہ نے اپنے فیصلے کرنے شروع کردیے تو بہت نقصان ہو جائے گا'' اس لیے کہ یہ اللہ کا دستور ہے کہ جب زمین عدل وانصاف سے خالی ہونے لگتی ہے، ظلم وبددیانتی بڑھتی ہے، تو پھر وہ اس دنیا کو جسے وہ اپنا ''باغ'' کہتا ہے، پاک کرتا ہے اور سورۃ محمد کی 38 ویں آیت کے مطابق ''بدل دے تمہاری جگہ کسی اور قوم کو''۔ میں نے وہ تحریر اپنے پاس رکھ لی اور ارادہ کیا کہ اسے آپ لوگوں تک پہنچاؤں گا۔ لیکن میری کوتاہی اور غفلت کی انتہا ہے کہ میں بھول گیا۔ اس کے بعد زلزلہ آیا، سب لوگوں حتیٰ کہ بدباطنوں، ظالموں اور بدمعاشوں کو بھی چند لمحوں کے لیے اللہ یاد آگیا اور وہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے گھروں سے نکل آئے۔ مجھے پھر ایک صاحب حال نے کہا ان سے کہہ دو یہ اللہ نے دکھا دیا ہے کہ وہ عذاب سے بچا بھی سکتا ہے ورنہ اگر وہ باہر نکلنے کی مہلت نہ دیتا، اس زلزلے کو ذرا طویل کردیتا تو تم کیا کرسکتے تھے۔ کچھ اور علامتیں صرف اللہ کے نیک بندوں کو نہیں بلکہ عام انسانوں پر بھی واضح کی گئیں۔ چند ماہ قبل کراچی کے ساحلوں پر اچانک لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں سیپیاں، کوڑیاں اور دیگر سمندری حیات سمندر نے باہر اُچھال دی، جسے بلڈوزروں سے ہٹایا گیا، بار بار صاف کیا گیا۔ سائنس دان اسے زمین کی مقناطیسی کیفیت Megnatic Field میں تبدیلی کی ایک صورت بتاتے ہیں اور یہی تبدیلی سونامی اور زلزلے کی وقت سے پہلے خبر دیا کرتی ہے۔ ساحلوں پر سمندری حشرات کی یہ ویڈیو آج بھی یوٹیوب پر موجود ہے لیکن ہمیں نہ نشانیوں سے کوئی غرض ہے اور نہ علامتوں کی کوئی پرواہ۔ ہم تو اپنے حال میں مست ہیں۔ لیکن وہ جو قرآن میں بتائی گئی علامتوں سے اللہ کی ناراضی بھانپ رہے ہیں، ان کے دل آنے والے وقت کی کیفیت میں زور زور سے دھڑک رہے ہیں اور ان کی راتیں آنسوؤں میں ڈوبی اللہ سے اس قوم کے لیے معافی طلب کرتی ہیں۔

قرآن کو غور سے پڑھیں تو کسی قوم پر اللہ کی ناراضی کی علامتیں روزِ روشن کی طرح واضح نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 17 میں فرماتے ہیں ''جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اُس کے خوشحال لوگوں (جاگیرداروں، وڈیروں، حکمرانوں وغیرہ) کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس بستی میں نافرمانیاں کرنے لگ جاتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اُس بستی پر چسپاں ہوجاتا ہے اور ہم اُسے برباد کرکے رکھ دیتے ہیں'' اور پھر سورۃ الانعام کی 123 ویں آیت میں واضح کردیا'' اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑے بڑے مجرموں کو لگا دیا کہ وہ وہاں اپنے مکر وفریب کا جال پھیلا دیں۔ دراصل وہ اپنے فریب کے جال میں آپ پھنستے ہیں مگر انہیں شعور نہیں''۔ کیا یہ علامتیں ہمارے معاشرے میں دنیا کے ہر معاشرے سے زیادہ نہیں۔ سیلاب کے عذاب میں بند توڑ کر غریبوں کی بستیوں کو برباد کرکے ہم نے اور واضح کردیا۔ کیا ہماری بستی کے بڑے بڑے روز مکر وفریب کے جال نہیں پھیلاتے

اورہم ان میں آج بھی پھنستے چلے جاتے ہیں۔ حالی نے جب مسدسِ حالی کا آغاز کیا تو اس شعر سے کیا۔

کسی قوم کا جب اُلٹا ہے دفتر
تو مسخ ان میں ہوتے ہیں پہلے تونگر

ہم ان کے ظلم پر چپ رہتے ہیں۔ ان کے مکروفریب کو سمجھتے ہیں لیکن اپنی برادری، علاقے، زبان، نسل یا سیاسی وفاداری کی وجہ سے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اللہ ان مجرموں کی وجہ سے عذاب نازل کرنے سے پہلے قوموں کو ایک موقع ایسا بھی دیتا ہے کہ وہ اگر عدل سے فیصلے کرنے لگیں تو اس کا غضب رحمت میں بدل جاتا ہے۔ عدالت کی یہ ذمہ داری نہیں ہوتی کہ معاشرہ رہتا ہے یا کہ نہیں، ملک سلامت ہے یا عوام، سسٹم چلتا ہے یا تباہ۔ اُسے تو صرف اور صرف عدل کے ساتھ، انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے اور تعصب سے بالاتر ہوکر فیصلے کرنے ہوتے اور ان میں تاخیر نہیں کرنا ہوتی۔ یہ انصاف کی کرسی اللہ کی عطا ہے کسی تحریک کی بدولت یا کسی حکمران کی خیرات نہیں۔ اس کی جوابدہی اللہ کے حضور ہے کسی پارلیمنٹ یا عوام کے سامنے نہیں۔ یہی وہ کرسی ہے کہ اگر کوئی اس پر بیٹھ کر عدل کرے گا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ قیامت کے روز وہ میرے تخت کے سائے میں ہوگا، اس وقت، جب میدانِ حشر کی گرمی سے دماغ پگھل رہے ہوں گے۔ صاحبانِ بصیرت کی آخری امید عدل سے ہے کہ اگر انصاف کرنے والے اس قوم کے ہر اُس مجرم پر اپنے فیصلے صادر کردیں تو شاید اللہ اصلاح اور نیکی کی توفیق عطا کردے ورنہ اللہ کا امتوں کی صفائی کا اہتمام بہت خوفناک اور وہ سورۃ الانفال کی 25ویں آیت میں واضح کرتا ہے ''اور ڈرو اُس وبال سے جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو لاحق نہیں ہوگا اور جان رکھو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے'' یہی وہ خوف ہے جس کی وجہ سے ہر جاننے والے کی آنکھ تر ہے اور بدن خوف سے لرز رہا ہے۔ آج ایک صاحب میرے پاس بیٹھے تھے۔ ایک دم پریشان ہوگئے۔ کہنے لگے، سسکیوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ سننے والوں اور بصیرت رکھنے والوں کو لگتا ہے کہ مہلت بہت کم ہے۔ ان کی زبان پر ایک دعا ہے، وہی دعا جو سیدالانبیاء ﷺ عذاب سے پناہ کے لیے مانگا کرتے تھے۔ ''اے اللہ میں تیرے چہرے کے تقدس سے پناہ مانگتا ہوں اُس عذاب سے جو آسمان سے نازل ہو، پاؤں کے نیچے سے آئے یا آپس میں گروہوں کو گروہوں سے لڑوا کر ملے''۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

تبصرہ کتب

نام کتاب: پنج شیر سے لاہور تک

مصنف: ڈاکٹر حامد اصغر شیخ

ضخامت: 368 صفحات

قیمت: 300 روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ قرآنیات، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ شاہ اسمٰعیل شہید، خانیوال 0323-4813936

روسی بڑے جارحانہ انداز میں کمزور ہمسایہ ملک افغانستان پر چڑھ دوڑے تو سخت جان افغانوں نے لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر روسی غرور کو خاک میں ملا دیا۔ مگر روس نواز احمد شاہ مسعود کابل کے اقتدار پر براجمان ہوگیا اور ظلم وستم کی انتہا کردی۔ افغانستان خانہ جنگی کا شکار ہوگیا۔ بدامنی اور لاقانونیت نے افغان عوام کی نیندیں حرام کردیں۔ ان حالات میں طالبان مجاہدین بدامنی اور غنڈہ گردی کے خاتمے اور نفاذِ اسلام کے عظیم مقصد کے لیے اُٹھے اور انہوں نے احمد شاہ مسعود کے خلاف جہاد شروع کیا۔ مصنف جہاد میں مسعودی اہل کاروں کے ہاتھوں قیدی بنے۔ اُنہیں 1996ء میں گرفتار کیا گیا۔ یہ اکیلے نہیں تھے، ان کے ساتھ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے دوسرے مجاہدین بھی تھے۔ انہیں احمد شاہ مسعود کے زیر تسلط علاقے کی جیلوں کے علاوہ ایران میں بھی قید رکھا گیا۔ مصنف نے ان قید خانوں اور عقوبت خانوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حد درجے کی ظلم وستم برداشت کیے۔ اُن کی تفصیلات لکھتے ہوئے مصنف نے بتایا کہ تمام قیدی ہمہ وقت جذبۂ شہادت کے شوق میں یہ سختیاں برداشت کرتے رہے اور کسی نے بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا۔ کئی ساتھیوں پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ وہ شہادت کی منزل کو پاکر سرخرو ہوئے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ دشمن کے علاقے کے لوگ انہیں قید خانوں میں دیکھنے آتے تھے تو اقرار کرتے تھے کہ طالبان اور اُن کے مجاہدین حق پر ہیں۔ یہاں تک کہ پنج شیر (جس کی حیثیت احمد شاہ مسعود کے دارالحکومت کی سی تھی) کے ایک مفتی نے جمعہ کے خطبہ میں علی الاعلان یہ فتویٰ صادر کیا کہ طالبان کا نظام حکومت شرعی ہے جبکہ ہمارے اوپر فساق وفجار مسلط ہیں، ہمارا ہر کمانڈر بے دین اور بدکردار ہے۔ ہمارے سپاہی چرس اور افیون کے نشہ کے رسیا ہیں۔ اس حق گوئی کی پاداش میں اُس عالم دین کو صوبہ بدری کی سزا دی گئی۔ سزا تو اس جرم کی موت تھی مگر اس بے باک عالم کا قبیلہ بااثر تھا، جس کی وجہ سے سزا میں تخفیف کرنا پڑی۔

کتاب کے مصنف ڈاکٹر حامد اصغر شیخ 1996ء سے 2003ء تک اپنے ساتھی مجاہدین کے ساتھ طالبان کی حمایت میں شمالی اتحاد کے ہاتھوں قید وبند کی صعوبتیں اور تشدد برداشت کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی بڑی تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں لکھ دی ہے۔ بالآخر ریڈ کراس والوں کی مداخلت سے مصنف اور اس کے کچھ اور پاکستانی مجاہدین کو آزادی نصیب ہوئی۔

قارئین اس کتاب کو پڑھیں گے تو انہیں اصل حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ نیز مجاہدین کی ثابت قدمی اور استقامت کے حالات اُن کے جذبہ ایمان میں حرارت پیدا کریں گے۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی ڈیفنس کے تحت دعوتی پروگرام

قرآن مرکز ڈیفنس فیز III ایکسٹینشن کے تجارتی علاقے میں واقع ہے۔ مرکز کی عمارت میں مقامی تنظیم ڈیفنس کا دفتر اور لائبریری بھی ہے۔ اس علاقے میں تنظیم اسلامی وسطی حلقہ کراچی شمالی کے امیر جلال الدین اکبر کی ٹائروں کی دکان ہے اور ڈیفنس تنظیم کے رفیق منیر احمد جن کی موٹر ورکشاپ ہے، اِن دونوں حضرات نے مشورے کے بعد یہ رائے دی کہ فیز III ایکسٹینشن کے کاروباری حضرات کے لئے رجوع الی القرآن کا دعوتی پروگرام ترتیب دینا چاہیے جس میں تذکیری بیان اور دعوت دین کے ساتھ ساتھ طعام کا بھی اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ انہی کے مشورہ پر 21 جولائی 2010ء کو یہ پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز 8 بجے ہوا۔ پروگرام میں مدرس کی ذمہ داری جلال الدین اکبر نے خود ادا کی۔ رمضان المبارک کی آمد کی مناسبت سے درس کا موضوع ''استقبال رمضان'' تھا۔ مدرس نے سورۃ الحشر کے آخری رکوع کی روشنی میں نہایت پُر تاثیر خطاب کیا، جسے رفقاء احباب نے انہماک کے ساتھ سنا، جس میں قرآن کریم کی اہمیت اور قرآنِ کریم کے تعلق کو واضح کیا گیا۔ اِس پروگرام میں 90 احباب اور 12 رفقاء نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر عشائیہ کا اہتمام ہوا۔ رابطہ فارم بھی پُر کروائے گئے۔ (مرتب: انصار احمد الیاس)

تنظیم اسلامی پھالیہ کے زیر اہتمام دوروزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی پھالیہ کے زیر اہتمام دوروزہ دعوتی وتربیتی پروگرام 24 اور 25 جولائی کو منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں مقامی رفقاء کے علاوہ حلقہ گوجرانوالہ کے مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے 30 رفقاء نے بھی شرکت کی۔ حسب پروگرام 24 جولائی کو نمازِ عصر سے قبل بیرونی شرکاء کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ نماز عصر کے بعد امیر حلقہ شاہد رضا اور مقامی امیر کی مشاورت سے شہر کی آٹھ مساجد میں نماز مغرب، عشا اور فجر کے بعد درس قرآن دینے کے لیے مدرسین کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ دروس کے موضوعات یہ تھے: 1 عبادت رب، 2 شہادت علی الناس، 3 اقامت دین

نماز مغرب سے قبل مقامی رہبر اور مہمان مدرسین متعلقہ مساجد کو روانہ ہوگئے۔ رات ساڑھے 10 بجے مقامی ناظم تربیت خادم حسین نے کھانے کے آداب بیان کیے۔ بعد ازاں کھانے کے وقفے کے بعد انہوں نے سونے کے آداب اور تہجد کی فضیلت پر گفتگو کی۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ رات کے آخر پہر رفقاء کو جگایا گیا۔ رفقاء نے تہجد ادا کیے اور انفرادی ذکر واذکار کیے۔ بعد ازاں مدرسین درسِ قرآن کے سلسلے میں متعلقہ مساجد کو روانہ ہوگئے۔ نماز فجر اور دروس کے بعد مقامی امیر تنظیم نے ''اسلام کی نشاۃِ ثانیہ، کرنے کا اصل کام'' کا مذاکرہ کرایا۔ بعد ازاں راقم نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی سیرت کے درخشندہ پہلو پیش کیے۔

دن 11 بجے منکرات کے خلاف ایک ریلی نکالی گئی۔ ریلی کے شرکاء بینرز اور ٹی بورڈز اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ ریلی مسجد میاں عبد الولی سے شروع ہوئی اور شہر کے مرکزی بازار سے ہوتی ہوئی تقریباً 2 کلومیٹر کی مسافت طے کر کے ساڑھے 12 بجے مسجد مہاجرین پہنچی۔ ریلی کے اختتام پر امیر حلقہ نے منکرات کی یلغار، حکومتی چشم پوشی اور عوامی بے حسی پر اختصار مگر جامعیت کے ساتھ اظہار خیال کیا۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا اور شرکاء اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ پھالیہ میں اس طرح کی ریلی کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس لیے عوام الناس اور میڈیا نے پرامن اور منظم ریلی کے انعقاد پر خراجِ تحسین پیش کیا۔ میڈیا نے ریلی کی مناسب کوریج بھی کی۔ (مرتب: پروفیسر مبشر نعیم)

تنظیم اسلامی حلقہ پشاور کی تناظیم کے زیر اہتمام دعوتی کیمپ

مرکز کی جانب سے ہینڈ بل ''ہم کدھر جارہے ہیں'' کی تقسیم کے حوالے سے حلقہ پشاور کی مجلس عاملہ میں پشاور کے مخصوص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا گیا کہ ہر مقامی تنظیم ''امریکہ سے ناتا توڑو — اللہ سے رشتہ جوڑو'' کے عنوان سے کیمپ لگا کر ہینڈ بلز تقسیم کرے گی۔ حلقہ پشاور نے کل 18000 ہزار ہینڈ بل چھپوائے جبکہ مرکز نے کم از کم 10000 کا ہدف دیا تھا۔

اس سلسلے میں تنظیم اسلامی پشاور شمالی نے 31 جولائی کو بعد از عصر ہینڈ بلز تقسیم کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ امیر مقامی تنظیم انجینئر طارق خورشید کی ہدایت کے مطابق رفقاء کو گروپوں کی صورت میں جامع مسجد دلہ زاک روڈ، جامع مسجد شہزاد مومن ٹاؤن اور گورنمنٹ کالج چوک فقیر آباد، ظہیر آباد، دلہ زاک روڈ، مومن ٹاؤن، سیٹھی ٹاؤن، سعد اللہ جان کالونی میں بھیجا گیا۔ اور رفقاء نے ہینڈ بل تقسیم کیے۔

تنظیم اسلامی پشاور صدر نے مشاورت سے 8 اگست کو پشاور صدر کی مختلف مساجد میں ہینڈ بل تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ امیر مقامی تنظیم محمد جمشید عبد اللہ کی ہدایت کے مطابق دو دو رفقاء ہینڈ بل تقسیم کی جانے والی جگہوں پر ''امریکہ سے ناتا توڑو۔ اللہ سے رشتہ جوڑو'' کے بینر لیے کھڑے رہے۔ پشاور صدر میں فوارہ چوک، گورا بازار، باڑہ مارکیٹ، رحمٰن مسجد چوک اور صدر کے اہم چوکوں میں رفقاء نے ہینڈ بلز تقسیم کیے۔ بعد از نماز مغرب شامی روڈ کی دو بڑی مساجد میں ہینڈ بلز کی تقسیم ہوئی۔

تنظیم اسلامی پشاور غربی کے زیر اہتمام بعد از نماز جمعہ ہینڈ بلز کی تقسیم کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ امیر مقامی تنظیم محمد سعید کی ہدایت کے مطابق تین بڑی مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے، جن میں مسجد الہدیٰ انڈسٹریل اسٹیٹ حیات آباد، سپین جماعت یونیورسٹی روڈ، گول مسجد یونیورسٹی ٹاؤن شامل ہیں۔ ان مقامات پر دو دو ساتھی بینر پکڑ کر کھڑے رہے اور باقی ساتھی نمازیوں میں ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے۔

تنظیم اسلامی پشاور جنوبی نے ہشتنگری بازار پشاور شہر میں ایک جگہ پر میز رکھ کر عوام میں ہینڈ بل تقسیم کیے۔ امیر مقامی تنظیم وارث خان کی ہدایت پر رفقاء نے کریم پورہ بازار، بازار کلاں، ہشتنگری بازار، نیو گیٹ سکندر پورہ میں دکانوں پر اور عوام الناس میں ہینڈ بلز تقسیم کیے، جبکہ اس سے قبل اجتماعات جمعہ میں چوک یادگار، ہشتنگری، یکہ توت اور شہر کی بڑی مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ لوگوں نے بحیثیت مجموعی اس آگاہی مہم کی تعریف کی۔

جن علاقوں میں ہمارے منفرد رفقاء ہیں، ان کو بھی ہینڈ بل ارسال کیا گیا تھا۔ یہ مقامات کوہاٹ، مردان، دوبیان، ہاتھیان وغیرہ ہیں۔ نقیب اُسرہ سواڑی کو بھی ہینڈ بل ارسال کیے گئے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام استقبال رمضان کے پروگراموں کا انعقاد

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام ماہ شعبان المعظم میں رمضان اور قرآن کے موضوع پر استقبالِ رمضان کے تین پروگرام ہوئے۔ ان پروگراموں کی تشہیر کے لیے 2 ہزار ہینڈ بل 1500 پوسٹر، 600 خصوصی دعوت نامے اور دس بڑے بینرز آویزاں کیے گئے۔

پہلا پروگرام 23 جولائی کو ہوا۔ اس میں بطور مقرر پروفیسر مختار احمد اعوان کو مدعو کیا گیا۔ انہوں نے اپنے بیان میں رمضان اور قرآن کے باہمی تعلق کو بیان کیا۔ سامعین نے اس پروگرام کو بہت سراہا۔

دوسرا پروگرام 30 جولائی کو ہوا۔ اس میں جمعیت اشاعت التوحید والسنہ پنجاب کے

امیر مولانا عطا اللہ بندیالوی کو مدعو کیا گیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ رمضان قرآن سے تعلق کی تجدید کا مہینہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ روزہ کا مقصد تقویٰ ہے اور تقویٰ کے حصول کے لیے قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔

اسی سلسلے کا آخری پروگرام 16 اگست کو منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں بطور مقرر بانی تنظیم اسلامی کے فرزند ڈاکٹر عارف رشید کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے خطاب سے بانی محترم کی یاد تازہ ہوگئی۔

یہ تمام پروگرام رمضان المبارک میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کے سلسلے کی کڑی تھی۔ ان پروگراموں میں مجموعی طور پر تقریباً 300 افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: غلام رسول)

☆☆☆

نیوز آف دی ویک

کھوج لگانا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے!

خبر: "سیاسی اداکاروں کا ہدایت کار ڈھونڈ رہا ہوں"

صدر زرداری

تبصرہ: اداکاری اور ہدایت کاری سے ہمارے محترم صدر کا بچپن سے واسطہ ہے جس فلم میں انہوں نے بچپن میں اداکاری کی تھی وہ ہٹ ہوئی تھی البتہ ہدایت کار کو ڈھونڈ نکالنے کا کام انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ بے نظیر کے قتل میں ملوث اداکاروں کو تو بقولِ صدر محترم وہ اچھی طرح جانتے ہیں اگر ہدایت کاروں کو ڈھونڈنے کھوجی نکل پڑے تو نقشِ پا کا تعاقب کرتے ہوئے وہ کہیں بھی پہنچ سکتے ہیں بلکہ یوٹرن بھی لے سکتے ہیں۔ پہلے ہی بے نظیر کا گارڈ خالد شہنشاہ جو واردات کا عینی گواہ تھا۔ بلاول ہاؤس سے نکلتے ہوئے قتل ہوگیا تھا۔ اور اُس کے قتل کا مقدمہ اُس کے ساتھ ہی دفن ہوگیا تھا۔ صدر محترم ہدایت کاروں کو ڈھونڈنے کا کام پاکستان میں ہمیشہ خطرناک ثابت ہوا ہے۔ ابھی تو بے نظیر کے قتل کے حوالہ سے رحمٰن ملک اور بابر اعوان اپنی پوزیشن واضح نہیں کرسکے بات اس سے بھی آگے نکل گئی تو پھر کیا ہوگا؟

☆☆☆

اظہار خیال

نظامِ خلافت: مظلوم کا محافظ

سید محمد افتخار احمد

آٹھویں صدی عیسوی میں اگرچہ خلافت راشدہ ختم ہو چکی تھی مگر ابھی نظام خلافت اتنا کمزور نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کی ایک بیٹی نے ہندوستان سے اپنے مسلمان بھائیوں کو پکارا۔ جسے سن کر مسلح لشکر ہزاروں میلوں کی مسافت پر مظلومہ کی مدد کو پہنچ گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ظالم کا کیا حشر ہوا۔

836ء میں روم کے بادشاہ توفیل بن میخائل معتصم باللہ پر حملہ کرنے کی نیت سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اُس نے زبطرہ کے قلعہ میں موجود تمام مسلمان مردوں کو پہلے اندھا کیا، پھر قتل کر دیا۔ عورتوں پر بہت مظالم ڈھائے۔ ایک ہاشمی عورت نے اس وقت پکارا۔ "وامعتصماہ!" اس وقت معتصم باللہ دربار میں بیٹھا تھا جب یہ خبر اس کو پہنچی۔ چنانچہ اس نے جواباً کہا "لبیک! لبیک!" اور فوراً تخت سے اتر کر فوجوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ رومی فوج کا کیا حشر ہوا۔

انیسویں صدی کے آغاز میں اگرچہ خلافت بہت کمزور ہو چکی تھی پھر بھی ملتِ اسلامیہ کے ایک بڑے حصے میں ڈھیلا ڈھالا اتحاد بدستور قائم تھا۔ اس کمزور اتحاد کی برکات بھی اس درجہ کمال کی تھیں کہ تمام تر خامیوں کے باوجود اسلامی مملکت کا سربراہ (خلیفہ) اپنے اندر اس قدر اخلاقی جرأت رکھتا تھا کہ دین اسلام یا شعائر اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو کھلے عام چیلنج کرسکتا تھا۔

سلطان عبدالحمید ثانی کے بعد 1908ء میں سلطان محمد خامس نے ملت اسلامیہ کی باگ ڈور سنبھالی تو اسے خبر ملی کہ برطانیہ میں کچھ لوگ ایک ایسی فلم بنانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جس میں نبی کریم ﷺ کا کردار بھی فلم بند کیا جائے گا۔ سلطان نے برطانوی سفیر کو دربار میں طلب کیا اور کئی گھنٹے انتظار میں بٹھانے کے بعد فوجی جرنیل کی وردی پہنے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے اس کے سامنے نمودار ہوا اور فرمایا "میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ کے ملک میں کچھ لوگ ایسی فلم بنانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جس میں ہمارے نبی ﷺ کا کردار کسی ایکٹر کے ذریعے دکھایا جائے گا۔ غور سے سنو! میری تلوار اس وقت تک میان میں نہیں جائے گی جب تک تمہاری حکومت یہ یقین دہانی نہیں کرا دیتی کہ نہ صرف مبینہ منصوبہ ترک کر دیا گیا ہے بلکہ منصوبہ سازوں کو ان کی فکری خباثت کی سزا بھی دے دی گئی ہے۔ اگر یہ کام جلد از جلد نہ کیا گیا تو میں تمہارے ملک کے خلاف جہاد کا اعلان کردوں گا۔" برطانوی سفیر نے سلطان کے غیظ و غضب کا اندازہ لگایا تو چند روز بعد دربار میں حاضر ہو کر نہ صرف منصوبہ ترک کیے جانے کی اطلاع دی بلکہ منصوبہ سازوں کے خلاف تادیبی کارروائی کا حال بھی سنا دیا۔

اس وقت تو شاطر انگریز دب گیا لیکن آہستہ آہستہ اس نے خلافت کا نظام ہی ایک بے غیرت مسلمان کے ہاتھوں ختم کروا دیا۔ اور آج مسلمان قوم کی حالت یہ ہے کہ ایک بے غیرت و بے حمیت حاکم نے اپنی مسلمان بیٹی کو اسی انگریز کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور دوسرا بے غیرت حاکم قوم کی فریاد کے باوجود اس قوم کی بیٹی کو واپس نہ لا سکا۔ اس مظلوم بیٹی کی بہادری پر جبکہ وہ جیل میں بند تھی، امریکہ بہادر نے جو کہ ہمارے حاکموں کا آقا و مولا ہے، مقدمہ چلایا۔ فردِ جرم یہ ہے کہ اس عورت نے امریکی سپاہی سے بندوق چھینی اور اس پر گولی چلائی۔ یعنی اس پاکستانی طاقتور عورت نے کمزور امریکی سپاہی سے بندوق چھینی اور اس گولی (جو چلی ہی نہیں) نے سپاہی کو زخمی کر دیا (جس کا نشان اس کے جسم پر موجود نہیں) اس جرم میں اس عورت (عافیہ صدیقی) کو 86 سال کی سزا دی جاتی ہے۔ کیا خوب عدل و انصاف ہے امریکہ کا اور کیسا عادل و منصف ہے وہ جج جس نے یہ فیصلہ سنایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ملتِ اسلامیہ میں یا کم از کم پاکستان میں نظام خلافت ہوتا تو کیا پھر بھی ایسا ہی ہوتا؟

☆☆☆

Book Review

Dr. Absar Ahmad

QURAN AND MODERN KNOWLEDGE

The Quran And Modern Knowledge is the English rendering of the Urdu book "Quran aur ilm-i-jadeed" authored by the Late Dr. Mohammad Rafi-ud-Din. The author was no doubt an accomplished scholar — well-versed both in Western thought and Islamic literature. In particular he was a keen student of the Quranic wisdom and believed that the core teachings of Islam enshrined in the Holy Quran and the sayings of the Prophet (SAWS) can meet the intellectual challenges of all ages. Living his active years in the first half of the 20th Century as he did, Dr. Rafi-ud-Din critically studied the major anti-religious ideologies of this period and convincingly established the veracity of Islamic doctrines. The author had a rare and rich gift for both precision and thoroughness. I have found the book an immensely rewarding read. Comparison of Islamic precepts with the thought-systems of major twentieth century Western intellectuals adds an edge to the author's assertions. Arguments are put across forcefully and convincingly.

Late Dr. Rafi-ud-Din firmly believed that we Muslims should not be bowled over by all things and thoughts emanating from the West. Rather we should challenge and meet them with our own logic and religio-cultural sources. After all logic and reason is not the sole purview of the West. Indeed irrationality and extremism are as much a part of Western civilization as of any other. The author has exposed the flaws and errors of major Western thinkers and shows the strength of being rooted in his own indigenous tradition. Darwin, McDougall, Freud, Adler and Karl Marx were the most influential thinkers who helped shape the mind of modern man not only in the West but also of those with western-obsessed thinking across the globe.

Having penned down in mid-fifties of the last century, the work of Late Dr. Rafi-ud-Din is no doubt dated now. But I am sure and I assert this with confidence that the contents of the book have perennial value and have the potential of satisfying the enquiring minds and yearning hearts. Moreover at the beginning of the third millennium, men and women are in a much better position to appreciate and acknowledge the truths of authentic religion (i.e., Islam). This is so because Western natural scientists have reversed most of the Enlightenment's founding assumptions — its optimism, faith in human reasoning, materialism, and its faith in unlimited progress. This in effect means that being uptodate in this post modern world does not mean subscribing to an already outdated modernism: rather it means subscribing to the current wave of spiritualization of knowledge. Thus the task before us, in Dr. Rafi-ud-Din's view, is a re-islamization of knowledge. This amounts to a triumphant vindication of Islam's world view. And the book under review is a landmark in this venture.

دین کے جامع تصور سے آگاہی اور دینی تقاضوں
کا فہم و شعور حاصل کرنے کا ایک مؤثر قرآنی نصاب

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآن پر مشتمل

مطالعۂ قرآن حکیم کا
منتخب نصاب
اب 12 ORIGINAL DVDS میں دستیاب ہے

قیمت صرف 600 روپے کوریئر چارجز (اندرون ملک) 100 روپے

برائے رابطہ: مکتبہ خدام القرآن لاهور 36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35869501-3 فیکس: 042-35834000
ای میل: maktaba@tanzeem.org